ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

فروری 2008ء	قیمت بیس روپے	شمارہ نمبر 97



سمرقند میں گورامیر کا گنبد

اسلام

پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

احسان دانش

پھر اُلجھ جائے کہیں نہ اپنی ہی تقدیر سے
جو سند لکھی گئی ہے خون کی تحریر سے
تم بدل ڈالو لکھی تقدیر بھی تدبیر سے
ڈھونڈیئے عکس بقا تحریر کی تصویر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

سوچئے پہلے کہاں تھی اب کہاں ہے کربلا
دینِ حق کے دراصل یہ جسم و جاں ہے کربلا
سجدہ گاہ ہے سجدہ ہے روحِ اذاں ہے کربلا
ہر ادا ملتی ہے جب قرآن کی تفسیر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

ڈھونڈیئے ابنِ علی کو جگہ مل جائے گا
پھر جہاں پر دینِ حق ہو گا وہاں دل جائے گا
وہ ملے تو غنچہ دل خود بخود کھل جائے گا
یہ سبق ملتا ہے ہم کو آئینہ تطہیر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

گھپ اندھیرا تھا میرا سینہ قسم روشن ہوا
میرے دل میں آنکھ میں جب تیرا غم روشن ہوا
جو سدا خوشیاں لٹائیں اُن کا کم روشن ہوا
میری دنیا جگمگائی غم کی ہی تنویر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

شاہ تنہا اس طرف اور اُس طرف تیغ و تبر
شکر کے سجدے میں جب شبیرؑ نے رکھا تھا سر
ظلم کی بھی انتہا تھی فاطمہ کے لال پر
تیغ تیغوں سے لگی اور تیر جا کر تیر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

وہ تو غربت کے ہوئے تھے اپنے کب گاؤں میں تھے
جور کی زنجیر بھی چھالے بھی جب پاؤں میں تھے
دھوپ کا سایہ تھا سر پہ کب کہاں چھاؤں میں تھے
حریت کی تھی اُن پاؤں کی زنجیر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

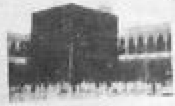
دہر میں جب جب بھی چھا جائے یزیدیت کا راج
لشکرِ حق ظلم کے آگے کرے گا احتجاج
اُس کے حیلوں سے بگڑ جائے شریفوں کا سماج
کوئی جل جائے تو جلنے ظلم کی تشہیر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

جب مسائل ہیں تو یارو اُس کا حل پیدا کرو
اپنے اندر حضرت حُرؑ کا عمل پیدا کرو
ٹالتے کیوں ہو کریں تو آج کل پیدا کرو
ہاتھ کچھ آتا نہیں اعلان سے تقدیر سے
پوچھئے اسلام کیا ہے حضرت شبیرؑ سے

☆☆☆



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



احسانی تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

انٹرنیشنل

ماہنامہ

نوائے صوفیہ

مدیر: علامہ محمد بشیر

تاریخ	فروری 2008ء
شمارہ نمبر	97
قیمت	بیس روپے

فہرست مضامین

برائے خط و کتابت

358-A، سیکٹر G-6/1-1،

اسلام آباد، پاکستان۔

نوٹ:

مضامین اور مندرجات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

چیک، ڈرافٹ بنام

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اکاؤنٹ نمبر 1778

UBL سیکریٹریٹ برانچ،

اسلام آباد

ایڈیٹر اینڈ پبلشر ایم بشیر نے انٹر گرافک پرنٹرز آئی نائن فور اسلام آباد سے چھپوا کر صوفیہ G-6/1-1، 358-A، اسلام آباد سے شائع کیا۔

(اداریہ)

تفکر و تذکر

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

دنیا بظاہر ایک خوبصورت جگہ ہے۔ دنیوی زندگی میں آسودہ حال حضرات کے نزدیک دنیوی زندگی ہی سب کچھ ہے۔ یہاں بسنے والے مادر پدر آزاد عناصر کے اذہان میں دنیا کے سوا کسی دوسری دنیا کا تصور تک نہیں سما سکتا ہے۔ حالانکہ دنیوی زندگی انسان کے لئے ایک دھوکے کا سامان ہے۔ چنانچہ رب العالمین نے اپنے کلام پاک میں وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ فرمایا ہے یعنی دنیوی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ دنیوی دھوکے کا شکار ہو کر بہت سے افراد انسان اپنے لئے معنوی تباہی کا حسین انتخاب کیا کرتے ہیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ حسین انتخاب ایک بھیانک انجام کا پیش خیمہ ثابت ہونے کو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان کے نزدیک دنیوی رنگینیاں سونا چاندی کی عارضی چمک جیسی ناپائیدار چیزیں ہیں۔ اس لئے تو کسی نے خوب کہا ہے۔

سونا چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات ہے

دھوکہ باز دنیوی چمک دمک کو ہیچ سمجھ کر اس سے یکسر کنارہ کش رہنے کے لئے جناب امیر علیہ السلام نے بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں۔

دُنْیَا تُخَادِعُنِیْ کَاَنِّیْ لَسْتُ اَعْرِفُ حَالَھَا حَذَرَ الْمَلِکُ حَرَامَھَا وَ اَنَا اجْتَنَبْتُ حَلَالَھَا مَدَّتْ اِلَیَّ یَمِیْنَھَا فَرَدَدْتُّھَا وَ شِمَالَھَا وَ رَاَیْتُھَا مُحْتَاجَۃً فَوَھَبْتُ جُمْلَتَھَا لَھَا۔

دنیا مجھے یوں دھوکہ دے رہی ہے کہ گویا مجھے اُس کا حال معلوم نہیں ہے۔ بادشاہ (خالق) نے دنیا کی حرام چیزوں سے منع کیا جبکہ میں نے دنیا کی حلال چیزوں سے بھی پرہیز کیا۔ دنیا نے میری طرف اپنا دائیں ہاتھ بڑھایا تو میں نے اُسے اُس کے بائیں ہاتھ سمیت واپس کر دیا۔ دنیا کو میں نے حاجت مند دیکھا تو اُس کا سب کچھ اُسی کو دے دیا۔

جناب امیر علیہ اسلام نے ہمیں حقیقی معنوں میں ترک دنیا کا درس دیا ہے اور دنیوی زندگی سے بے رغبتی کی آخری حدود کو بھی پار کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کا شوق دلایا ہے۔

اس مختصر تمہید کا مقصد یہ ہے کہ آج کل ہم دھوکہ باز دنیوی زندگی کو اپنا خوش کن مدعا سمجھے ہوئے ہیں۔ اپنے گریبان میں جھانکنے کا کسی کو خیال تک نہیں۔ دوسروں کی عیب جوئی کا ہر کوئی مولائے فن واقع ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ رنگین معاشرے کے ہاتھوں ہم ایک قسم کے یرغمالی بنے ہوئے ہیں۔ اور وہ کچھ کر گزرتے ہیں جو ہمارے ضمیر کو گوارہ نہیں۔ ہم حق کی تلخی سے کوسوں دور بھاگتے رہتے ہیں۔ باطل کی شیرینی سے۔ ہمہ وقت لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ بزرگان دین کے نقوش اقدام پر چلنے کی بجائے خالص ادھام پرستی سے قلبی لگاؤ مستحکم بناتے رہتے ہیں۔ ادھام پرستی کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے قلبی لگاؤ کو جزو ایمان سمجھا جاتا ہے۔ ادھام پرستی کی ہر صورت اپنانے پر نازاں رہنا فطرت ثانیہ کا وہ مقام حاصل کر چکا ہے جس کو شریعت محمدیہ کی طرف

سے کوئی پزیرائی نہیں مل سکتی۔ ادھام پرستی اپنانے والوں کی عقلوں پر ایسا شیطانی پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ پل بھر کے لئے بھی ہٹنے کو تیار نہیں۔ حضرت شاہ ہمدان علیہ الرحمہ نے صوفیانہ اسلامی معاشرہ اپنانے کی خاطر طبقہ حکمران کے لئے اُن منکرات سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر حکیمانہ انداز میں زرین اسلامی احکام کی نشاندہی کی ہے جن پر چل کر حقیقی معنوں میں صوفیہ ہر اسلامی معاشرہ کی تشکیل پا جانے کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔ منکرات مساجد سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہمارے لئے سب سے زیادہ اہمیت کا حامل اسلامی حکم ہے۔ منکرات مساجد سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے اہم ترین اسلامی حکم کی سب سے زیادہ خلاف ورزی کرنے پر آج کل ہم بغلیں بجاتے نظر آتے ہیں۔

قرآنی اظہارئی اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ایک بکھرے ہوئے دیوانے کا خواب قرار پا گئی ہے۔ اکبر الہٰ آبادی نے اس وجہ سے تو کہا تھا:

بے پردہ جو کل آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر ذہن میں غیرت قومی سے گڑھ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

بیدار معزز دانورانِ قوم کو گران خوابی سے بیدار ہونے کی سب سے زیادہ ضرورت موجودہ دور میں ہے۔ اس سے قبل کبھی نہیں تھی۔ جناب امیر علیہ السلام نے اہل ایمان کے لئے ترک دنیا کا جو بے مثال نقشہ کھینچا ہے اس سے مراد بھی دنیوی زندگی میں دنیا والوں کے اختیار کردہ جملہ منکرات سے یکسر کنارہ کش رہنا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ہم عقل مند اہل ایمان ہونے کے دعویدار رہنے کے باوجود منکرات سے کنارہ کش رہنے کے بجائے منکرات سے قلبی لگاؤ کو مزید مستحکم کر کے شیطان کو جشن مسرت منانے کا موقع فراہم کر رہے ہیں! تُفو بر تُو اے چرخ گردان تُفو۔

☆☆☆

القرآن

مولانا عبدالحمید

سورہ النبأ،

آیت 24 تا 30

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا O اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا O جَزَآءً وِّ فَاقًا O اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا O وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا O وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا O فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا O

مشکل الفاظ کے معانی:

لَا يَذُوْقُوْنَ وہ چکھیں گے۔ بَرْدًا. ٹھنڈی چیز۔ شَرَابًا. پانی۔ حَمِيْمًا. کھولتا ہوا گرم پانی۔ غَسَّاقًا. پیپ وہ گندہ مادہ جو زخموں سے نکلتا ہے۔ وِّفَاقًا. پورا پورا۔ فَذُوْقُوْا. پس مزا چکھو۔ فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ. پس ہم انہیں ہرگز زیادہ نہیں کریں گے۔

ترجمہ: پس (جہنمی) نہیں چکھیں گے اس (جہنم) میں کوئی ٹھنڈی چیز اور پانی سوائے کھولتے پانی اور گرم پیپ کے۔ یہ اُن کے گناہوں کی پوری پوری سزا ہے یہ لوگ روز حساب کی توقع (اور امید) نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو پوری طرح جھٹلایا۔ حالانکہ ہم نے ہر چیز (نیکی اور بدی) کو گن گن کر لکھ لیا تھا۔ پس اے جہنمیو (اپنے کیے کا) مزا چکھو اب ہم تم پر زیادہ نہیں کریں گے مگر عذاب۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں دوزخیوں کو دی جانے والی ایک سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ جب دوزخی پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی مانگے گا تو انہیں پینے کے لئے (حمیم) کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس سے ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اس غساق دوزخیوں کو پیپ پلایا جائے گا۔

حمیم: کھولتے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔

غساق: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو تمام دنیا والے سڑ جائیں (ترمذی شریف) غساق کے بارے میں چار اقوال بیان ہوئے ہیں۔

1: دوزخیوں کی پیپ اور ان کا دھوون ہے۔

2: دوزخیوں کے آنسو مراد ہیں۔

3: زمہریر دوزخ کا ٹھنڈک والا عذاب مراد ہے۔

4: غساق سڑی ہوئی اور ٹھنڈی پیپ ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے پی نہ سکے۔ مگر بھوک کی وجہ سے مجبوراً پینی پڑے گی۔

سورہ کہف میں دوزخیوں کے لئے ماءِ کالمُھل فرمایا گیا ہے۔ یعنی اگر دوزخی پیاس سے تڑپ کر فریاد کریں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا۔ جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔

سورہ ابراہیم میں دوزخیوں کے لئے ماءِ صدید فرمایا گیا ہے۔ دوزخی کو پیپ کا وہ پانی پلایا جائے گا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیے گا اس کو گلے سے مشکل سے اُتار سکے گا اور اس کو ہر طرف سے موت نظر آئے گی مگر وہ مرے گا نہیں۔

سورہ مزمل میں طعامٌ ذَا غُصَّۃٍ فرمایا گیا ہے۔ بے شک ان کافروں کے لئے ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ کا ڈھیر اور گلے میں اٹک جانے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ دوزخیوں کو اتنی بھوک لگا دی جائے گی جو اکیلی ہی اس عذاب کے برابر ہو گی جو اُن کو بھوک کے علاوہ ہو رہا ہو گا لہذا وہ کھانے کے لئے فریاد کریں گے تو ان کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا۔ ضریعٌ لایُسمن ولا یُغنی منْ جُوعٌ جو نہ ان کو موٹا کرے اور نہ بھوک دُور کرے۔ پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے تو ان کو گلے میں اٹکنے والا کھانا دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا اس کو اتارنے کے لئے تدبیر سوچیں تو یاد کریں گے کہ دنیا میں پینے کی چیزوں سے گلے کی اٹکی ہوئی چیز اُتارا کرتے تھے۔ لہذا پینے کی چیز طلب کریں گے تو کھولتا ہوا پانی لوہے کے برتنوں میں ان کے سامنے کر دیا جائے گا تو ان کے چہروں کو بھون ڈالیں گی پھر جب پانی پیٹوں میں پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی آنتوں وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

دوزخ کی آگ، اس کی سخت گرمی، سانپ، بچھو کھانے پینے کی چیزیں، اندھیرا یہ سب کچھ عذاب ہی عذاب ہو گا۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ طریقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقوں سے عذاب دیا جائے گا۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا۔ دوزخیوں کے سروں پر جلتا جلتا پانی ڈالا جائے گا جس کی تیزی سے ان کے پیٹ میں سے اور کھال میں سب سب کچھ گل کر باہر نکل آئے گا۔ (سورہ الحج)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک کھولتا ہوا پانی ضرور دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں پہنچ کر تمام چیزوں کو کاٹ ڈالے گا جو ان کے اندر ہے اور آخر میں قدموں سے نکل جائے گا اس کے بعد پھر دوزخی کو ویسا کر دیا جائے گا جیسے وہ پہلے تھا۔

لوہے کے گرز مارے جائیں گے۔ سورہ حج میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ مقامع من حدید اور دوزخیوں کو مارنے کے لئے لوہے کی گرزیں۔ وہ لوگ جب بھی دوزخ کی گھٹن سے نکلنا چاہیں گے پھر اس میں دھکیل دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کا ٹکا لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو اگر اس کو تمام جنات اور انسان مل کر اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکتے ایک روایت میں یوں ہے کہ جہنم کے لوہے کا گرز اگر پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ یقیناً ریزہ ریزہ ہو کر راکھ ہو جائے گا۔

کھال پلٹ دی جائے گی

سورہ نساء میں ارشاد فرمایا۔ جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری نئی کھال پیدا کر دیں گے تاکہ عذاب چکھتے ہی رہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ دوزخیوں کو روزانہ ستر ہزار مرتبہ آگ جلائے گی۔ ہر مرتبہ جب اگ جلائے گی تو کہا جائے گا جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ چنانچہ وہ ہر بار ویسا ہی ہو جائیں گے۔

جس طرح دوزخیوں کے لئے بے حد عذاب ہے اسی طرح اہل جنت کے لئے بے حد نعمتیں اور انعامات الٰہی بھی ہوں گے، مزید احوال قیامت جاننے کے لئے خواجہ محمد اسلام کی لکھی ہوئی کتاب ''موت کا منظر'' ضرور مطالعہ کریں۔

نبی اکرم ﷺ دعا فرماتے تھے۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی نیکی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔

☆☆☆

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

وَيُكْرَهُ الْقُعُودُ فِي الْاِمَامَةِ لِلْقَائِمِيْنَ وَ اِمَامَةُ الْمُتَيَمِّمِ لِلْمُتَوَضِّئِيْنَ وَلَا يُكْرَهُ اِمَامَةُ الْاَعْمٰى وَلَا الْمَرِيْضِ اِنْ قَدَرَا عَلٰى اسْتِيْفَاءِ الْاَرْكَانِ وَالْوَاجِبَاتِ وَيُكْرَهُ مَنْ تَكْرَهُهُ الْجَمَاعَةُ اِمَامَتَهُ وَالْمَظْنُوْنِ بِهٖ بِالْفِسْقِ.

ترجمہ:۔ کھڑے نماز گزاران کے لئے امام کا بیٹھ کر نماز پڑھانا اور باوضو نماز گزاران کے لئے تیمم والے امام کا نماز پڑھانا دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ اندھے شخص کی امامت اور بیمار شخص کی امامت دونوں مکروہ نہیں ہیں بشرطیکہ اندھا امام اور بیمار امام نماز کے ارکان اور واجبات کی پوری بجا آوری پر

قدرت رکھتے ہوں ماموم لوگوں کے ناپسندیدہ امام کی امامت مکروہ ہے۔ اسی طرح سے جس امام پر فاسق ہونے کا گمان کیا جاتا ہو اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔

وضاحت: مذکورہ عبارات میں اجتماعی ادائیگی کے بارے میں امور ذیل کی واضح نشان دہی کی گئی ہے۔

1: مکروہ صورتیں 2: غیر مکروہ صورتیں

تفصیل وضاحت:

1: مکروہ صورتیں: اجتماعی ادائیگی کی صورت میں اوصاف امام کے لحاظ سے یہ چند صورتیں مکروہ قرار پا گئی ہیں۔

1: امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور ماموم حضرات کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ یہ صورت اس لئے مکروہ ہے کہ اجتماعی ادائیگی کے دوران قوت اور صحت کے اعتبار سے حسی طور پر امام اور ماموم حضرات کا یکساں ہونا ضروری ہے۔ مذکورہ صورت میں ماموم حضرات قوی جہت کے حامل ٹھہرتے ہیں اور امام کی جہت کمزور ٹھہرتی ہے۔ لہٰذا بیٹھ کر نماز پڑھانا شرعاً مکروہ ٹھہر گیا جبکہ ماموم حضرات کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوں۔

2: تیمم گزار امام کی امامت وضو گزار ماموم حضرات کے لئے مکروہ ٹھہرتی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ حالت تیمم کمزور حالت ہے۔ حالتِ وضو قوی ہے۔ لہٰذا کمزور حالت کا حامل امام قوی حالت کے حامل ماموم حضرات کے لئے امامت کا فریضہ انجام دینا کراہت کا اپنانے والا ٹھہرتا ہے۔

3: ماموم حضرات جس امام کی امامت پر راضی نہ ہوں تو ایسے امام کی امامتِ نماز بھی مکروہ قرار پا جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلم چیز ہے کہ ماموم حضرات کا مجموعی طور پر کوئی پسندیدہ امام امامتِ نماز کا فریضہ انجام دے۔ ہاں اگر بعض ماموم حضرات کسی امام سے صرف اور صرف ذاتی عداوت کی بنا پر ناراض ہوں اور دنیوی معاملات کے بارے میں اختلاف رکھتے ہوں تو اس قسم کی ناپسندیدگی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

4: جس امام پر فاسق ہونے کا گمان کیا جاتا ہو۔ ایسے امام کی امامتِ نماز بھی مکروہ ٹھہرتی ہے۔ خوب آگاہ رہئے کہ اس سے مراد صرف اور صرف بدگمانی ہے۔ کسی امام کے فاسق ہونے کا صرف گمان پایا جانا شرعاً غیر معتبر ہے۔ قرآنی اعلان اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کے پیش نظر اس قسم کا گمان شرعاً درست نہیں ہے۔ ہاں اگر فسقِ ظاہری کے وجود کا مسئلہ درپیش ہو تو شرعی تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرعی تحقیق کے نتیجے میں فسقِ ظاہری کا وجود ثابت ہو جائے تو پھر معاملہ ہی دوسرا ہو جائے گا پھر کم از کم شرط امامت کے فقدان کی وجہ سے وہ امام ہی شرعاً نہیں بن سکے گا۔

2: غیر مکروہ صورتیں: غیر مکروہ وہ صورتیں یہاں پر دو مذکور ہوتی ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح سے بے عیب اور تندرست فرد کی امامتِ نماز بلا کراہت جائز ہوتی ہے اسی طرح سے اندھے اور بیمار شخص کی امامتِ نماز کو بھی شرعاً جواز کا درجہ حاصل ہے۔ مگر یہاں پر یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اندھا امام نماز کے ارکان اور واجبات کی پوری پوری بجا آوری پر مکمل قدرت رکھتا ہو اور بیمار شخص بھی کمزوری کے باوجود نماز کے ارکان اور واجبات کی پوری پوری انجام دہی کر سکتا ہو۔ اس شرط سے واضح ہوا کہ اگر اندھا اور بیمار اشخاص سے نماز کے ارکان اور واجبات کی پوری پوری بجا آوری میں خلل پڑتا ہو تو پھر ان کی امامتِ نماز بھی کراہت سے ہمکنار ہو جائے گی۔

☆☆☆

(گزشتہ سے پیوستہ)

تزکیہ نفس

سید امتیاز علی الموسوی کھرکوی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اپنی عبادت کے لئے اُسے پیدا فرمایا۔ عبادت لغت میں انتہائی درجے کی ذلت اور خضوع وخشوع کا اظہار کرنا ہے۔ جو راستہ بہت ہی معروف اور مستعمل ہو اہل عرب اُسے ثوب" ذو عبدۃ" کہتے ہیں۔ وجہ مناسبت تذلیل ہے۔ یعنی یہ تصور ہونا چاہئے کہ بندے مخلوق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے۔ اور بندے ان کے سامنے ہیچ اور ذلیل ہیں۔ اسی لئے انتہائی خشوع وخضوع سے بجالائے جانے والے اعمال کو عبادت کہا جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں عبادت سے مراد وہ فعل اختیاری ہیں۔ جو خلاف نفس ہوں۔ محض اللہ کی رضا کے لئے بجالایا جائے۔ دینی اعتبار سے لفظ عبادت کا اصطلاحی مفہوم معتبر ہے۔ اگرچہ لغت اور اصطلاح میں گہری مناسبت ہوتی ہے۔

پس عبادت کا مفہوم یہ ہوا کہ اس کی محبت میں سرشار ہو کر ہمہ تن، ہمہ جہت اور ہمہ وقت اس کی بندگی میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا عربی کے لفظ عبادت کا مفہوم فارسی کے دو الفاظ کو جمع کر کے ادا کیا جاسکتا ہے۔ وہ دو لفظ یہ ہیں۔ بندگی اور پرستش۔ بندگی میں اطاعت کا پہلو ہے اور پرستش میں محبت اور دردمندی کا۔ بندہ کے معنی ہیں۔ غلام اور غلام تو ہر وقت آقا کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ اور اسی کی حکم کا منتظر رہتا ہے۔ غلامی اور ملازمت میں یہی فرق ہے کہ ملازم کے ذمے کوئی معین کام معین وقت پر ہوتا ہے مثلاً کوئی جھاڑو دینے پہ ملازم ہو تو وہ صرف جھاڑو ہی دے گا گھر کا فرش پانی سے صاف نہیں کرے گا یا دیوار کی مرمت تو نہیں کرے گا۔ اور ملازم سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ پانچ گھنٹے کام کرنا ہے یا چھ گھنٹے۔ اس کے بعد وہ آپ کا ملازم نہیں رہے گا لیکن عبادت اور غلامی میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہاں تو زندگی کا لمحہ لمحہ فرمانبرداری کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ محض بندگی یا غلامی عبادت نہیں ہے جب تک اس میں پرستش اور محبت کا مادہ شامل نہ ہو۔ ایک فرشتہ اور انسان کی بندگی میں یہی فرق پایا جاتا ہے کیونکہ فرشتہ فطرتاً عبادت کے لئے ہی خلق کیا گیا ہے وہ تمام مادی ضروریات سے پاک ومنزہ ہے۔ لہذا اُسے عبادت اور تسبیح و تہلیل سے فرصت نہیں ملتی اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار بھی نہیں۔ لیکن اس کے برعکس انسان کو مختلف خواہشات دی گئی ہیں اور ساتھ آزمائش کے لئے شیطان سے بھی معرکہ آرائی کرنی پڑتی ہے۔ ان حالات میں انسان دردمندی اور محبت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے تو یہ اُس کا کمال ہے جب کہ فرشتہ خواہشات سے منزہ ہونے کی بناء پر عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہے تو بھی اُس کا کمال نہیں۔ کیونکہ کمال تو یہ ہے کہ مشقت کے باوجود اپنا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

ان حقائق کے پیش نظر انسان کا پایہ شرف فرشتوں سے بلند ہے اور فرشتے مردِ مومن کے غلام ہیں۔ لیکن کیا یہ

شرف عام انسانوں کو حاصل ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ درجہ اُن لوگوں کو حاصل ہے جو صحیح معنوں میں عبادت کا فریضہ بجا لاتے ہیں اور اپنا مقام پانے کی کوشش کرتے ہیں اس کے برعکس جو لوگ غایت زندگی سمجھنے سے قاصر ہیں اور محض خواہشات کی تکمیل کو ہی مقصدِ حیات سمجھ بیٹھتے ہیں اُن کے لئے ذلت ورسوائی سمیٹنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اس سلسلے میں ہمیں دو قسم کے رویے اپنانے کی ضرورت ہے ایک تسلیمی یا مثبت اور دوسرا انکاری یا منفی۔ یعنی اللہ اور رسولؐ کے احکامات کو بسرو چشم تسلیم کر کے اُن پر عمل کرنا اور ہر نفس وشیطان کی مخالفت کر کے تمام بُرے کاموں سے اجتناب کرنا۔ پہلے رویے کو اسلام اور دوسرے رویے کو تقویٰ کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ فلاح انسانی انہی دونوں رویوں کو اپنانے میں ہی مضمر ہے۔ اور یقیناً یہ دونوں امور قدرے مشکل ہیں۔ جو لوگ دین کو آسان سمجھتے ہیں اس مفہوم میں کہ چند نیک کام بجا لا کر نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ اسلام میں جزوی اطاعت قابل قبول نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو کلی طور پر اللہ کی اطاعت کے دائرے میں لانے کا نام بندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یا ایھا الذین امنو ادخلوا فی السلم کآفۃ۔ اے ایمان والو! پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یعنی دین میں داخل ہونے کے بعد اُس پہ چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان ذمہ داروں کو ہمہ وقت پوری کرتے رہنا قدرے مشکل ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر علامہ اقبال نے کہا ہے۔

چوں مے گویم مسلمانم بہ لرزم
یوں شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ الا
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا ہے کہ اس مشکل کو آسان کرنے کے لئے چند اعمال مقرر فرمائے ہیں۔ جنہیں ارکانِ اسلام کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں یوں ارشاد نبویؐ ہے۔

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ 1۔ اللہ کی وحدانیت و معبودیت کی گواہی اور محمد رسول اللہ کی عبدیت و رسالت کی گواہی، 2۔ نماز قائم کرنا، 3۔ زکوۃ دینا، 4۔ رمضان کے روزے رکھنا، 5۔ استطاعت کی صورت میں بیت اللہ کا حج کرنا۔ (متفق علیہ) ہر شخص کلمہ شہادت کی ادائیگی سے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے گویا یہ بنیاد ہے اور باقی عملی ستون ہیں جن کے بجا لانے سے بندہ اور اللہ کے درمیان حقیقی تعلقات مظبوط ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ پانچ وقت کی نمازیں اس لئے فرض کی گئیں ہیں کہ اپنی دنیاوی مصروفیات چھوڑ کر اپنا رابطہ اللہ کے ساتھ قائم کرے اور اللہ کے روبرو کھڑے ہو کر عجز و انکساری کا اظہار کرے اور اللہ کی یاد سے دل کو منور کرے۔ وَ اقمِ الصلوٰۃ لذکری (القرآن) میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیاوی مشاغل تمہارے دلوں کو ذکر الٰہی سے خالی رکھے اور یقیناً دنیاوی مشاغل اور دیگر امور کی وجہ سے ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہونا اہل ایمان کی خصوصی صفت ہے اس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے رجال'' لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع'' عن ذِکرِ اللہ۔ اور زکوۃ اس لئے

فرض ہوا کہ مال کی محبت کو دلوں سے کھرچ ڈالے جو کہ خطرناک مرض ہے۔ روزہ اس لئے فرض ہوا کہ تقویٰ پیدا ہو جائے اور اس کے ذریعے نفس امارہ کے حملوں کا جواب دے۔

حج کے اندر بہت سی باتیں جمع ہیں اس میں ذکر بھی ہے نماز بھی ہے طواف بھی ہے۔ احرام کی پابندیاں بھی ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے اور اس کے علاوہ سفر کی مشقتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ چونکہ اسلام میں عبادت سے مراد ہمہ وقت اور ہمہ جہت بندگی ہے۔ اور عبادت کا ثمر صرف اسی صورت میں ملتا ہے۔ کہ جب انسان ہر وقت نفسانی اور شیطانی امور سے بیزاری کا مظاہرہ کرے اور اپنا دھیان اللہ کی طرف رکھے۔ اور یہ صورت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک نفس کے خلاف جنگ نہ کرے۔ اور اسے پاک وشفاف نہ بنا دے۔

بنابریں تزکیہ نفس کا مفہوم یوں ہوگا۔ کہ ایسا معتدل طریقہ اپنایا جائے۔ جو انسان کے مادی و روحانی پہلوؤں کے مابین توازن پیدا کرے۔ اس توازن کی بدولت نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جاتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ والا کامل متوازن شخص وہ ہے۔ جو بدن کی ضروریات کا بھی لحاظ رکھے۔ حلال طریقے سے ضروریات پوری کرے۔ اسراف اور مبالغہ سے کام نہ لے۔ اور عقیدہ توحید کو سینے میں محفوظ کر کے عبادت کی ادائیگی اور نیک کاموں کی انجام دہی سے قرب خداوندی حاصل کرے۔

منہیات اور منکرات سے پرہیز کرے۔ اور اپنی زندگی میں کتاب وسنت کی پابندی کرے۔

☆☆☆

حضرت علیؑ شخصیت کے آئینے میں

دانیال محمود نوری کریسی

حضرت علیؓ نے دین کے لئے جو جنگیں لڑیں اور کارنامے سرانجام دیئے وہ ناقابل فراموش ہیں آپ علم و حرفت، جرأت وشجاعت اور عدل وانصاف میں بے مثال نظر آئے آپ کو آسمانی کتاب توریت، زبور، انجیل اور قرآن پر مکمل عبور حاصل تھا آپ کے خطوط، تقاریر، اور تحریروں کا مجموعہ نہج البلاغہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت علیؓ بہادر، جنگجو، خطیب، عالم، شاعر، مصنف، ولی، مدبر اور حاکم تھے آپؓ کی ولادت کعبہ میں اور شہادت مسجد کوفہ میں ہوئی، کتب تاریخ میں مرقوم ہے کہ آپ نے اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولیں جب تک ختمی مرتبت حضرت محمدؐ تشریف نہ لائے۔ حضورؐ نے مولود کعبہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی جسے آپ نے چوسنا شروع کر دیا۔

اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے۔ ترجمہ:۔ ”رسول اللہؐ نے مجھے پالا۔ جیسے ایک پرندہ اپنے بچے کی چونچ میں چونچ ڈال کر خوراک دیتا ہے ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کی ایسے پیروی کی جیسے ایک اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے اور اس کے نقوش پر اپنے قدم رکھتا جاتا ہے۔“

تواریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ فتح مکہ

سے قبل کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے گویا ظاہری نگاہ میں ایک بت خانہ تھا نیز آج کل مسلمان جو کعبہ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی اس سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی تھیں اگر اس وقت کوئی عمداً کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لیتا تو اس کی نماز باطل تھی برخلاف اس کے اگر آج کل بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لیں تو باطل ہے لیکن رجب کی تیرھویں تاریخ عجب تاریخ تھی جس نے کعبہ کی قسمت کو یکا یک پلٹا۔ بت جو ایک عرصے سے اس پر قبضہ جمائے ہوئے تھے نکال دیئے گئے عین نماز میں بیت المقدس سے رُخ پھرا کر کعبہ ہی مسجود بنا دیا گیا اور کعبہ میں اللہ اکبر کی صدائیں گونجنے لگیں۔

حضرت علیؓ علوم و معارف کے بحرِ بیکراں تھے جونہی کوئی شخص آپ سے سوال کرتا آپ فوراً جواب دے دیتے۔ اسی طرح ایک اعرابی نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون سے بچے دیتے ہیں آپ نے فرمایا: سُن! جن کے کان باہر کی طرف ہوتے ہیں وہ بچے دیتے ہیں اور جن کے کان اندر کی طرف ہوتے ہیں وہ انڈے دیتے ہیں آج کی جدید سائنس بھی آپ کے اس دعوے کو غلط ثابت نہ کر سکی۔

حضرت علیؓ نظامِ عدل کے داعی تھے آپ اپنے دورِ خلافت کے دوران ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ حیثم تمار (صحابی رسولؐ) نے دو طرح کی کھجوریں رکھی ہوئیں ہیں اور مختلف قیمتوں پر بیچ رہے ہیں اچھی قسم کی کھجوروں کی قیمت زیادہ ہے اور گھٹیا قسم کی کھجوروں کی قیمت کم ہے آپ نے حیثم تمار کو مارنے کے لئے کوڑا اٹھایا تو وہ بولا: ''اے امیر المومنین میں نے کیا خطا کی ہے'' آپ نے فرمایا میرے دورِ حکومت میں اسلامی معاشرے کو دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہو امراء اور غرباء میں یعنی امیر لوگ بڑھیا قسم کی کھجوریں کھائیں اور غریب لوگ گھٹیا قسم کی کھجوریں کھائیں۔ آپؓ زمین پر بیٹھ گئے اور دونوں قسم کی کھجوروں کو باہم ملا دیا اور فرمایا کہ اب انہیں بیچوں گا تاکہ ہر گھر میں ایک ہی قسم کی کھجوریں کھائی جائیں یہ تھا آپ کا نظام مساوات اور نظام اقتصادیات۔

تاریخ عالم ایک بھی ایسا انقلابی حاکم نہیں دکھا سکتی جو حاکم بھی رہا ہو اور اس نے اپنے اہل و عیال کے لئے محنت مزدوری بھی کی ہو مگر تاریخ گواہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ہر چیز پر قدرت اور دسترس رکھنے کے باوجود اپنی روزی کمانے کے لئے ایک یہودی کے باغ میں کنویں سے پانی کے ڈول نکالتے تھے ایک ڈول کے عوض ایک کھجور آپ کو معاوضے میں ملتی تھی چنانچہ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالنے کے لئے آپ کو کئی ڈول نکالنے پڑتے۔

علامہ ابن جوزی کے بقول جب آپ خلیفۃ المسلمین تھے تو اس وقت بھی وہ اپنے اونٹ کی اپنے ہاتھوں سے مالش کرتے اور گھر کے کام کاج خود انجام دیتے۔ بحیثیت خلیفہ آپ نے والئی مصر مالک بن اشتر کو جو خط لکھا وہ عدل و انصاف اور طرزِ حکمرانی کا آفاقی اور ابدی منشور ہے۔

مالک بن اشتر کو اس مفصل خط میں آپ ایک مسلمان حکمران کے کردار پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ بحیثیت والی کے معاشرے کی اعلیٰ درجے کی محفلوں میں جانے، رشتے داروں اور احباب کو زمینیں الاٹ کرنے سے

اجتناب کرو۔ آپ نے اقربا پروری اور رشوت خوری کے تمام دروازے حاکموں اور عوام پر بند کر دیے تھے یہاں تک کہ اپنے بڑے بھائی عقیل کو بھی بیت المال سے ان کے حصے سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا جس پر وہ آپ سے رنجیدہ ہو گئے۔ آپ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی پہلے خطبے میں فرمایا کہ جن لوگوں نے ناجائز ذرائع سے دولت جمع کر لی ہے وہ دولت جہاں کہیں بھی ہو میں اسے ضبط کر کے عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کروں گا۔

حضرت علیؓ کی انقلابی حکمت عملیوں کے باعث عرب کے سردار اور سرمایہ داران ان کے خلاف ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے آپ کی حکومت کے خلاف سازشیں کیں۔ ایک مسلمان حاکم اور رہبر کے لئے چار صفات کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسے بیک وقت مدبر، مدیر اور متقی ہونا چاہئے۔

اگر ہم معیار خلافت پر کسی کو پرکھیں تو حضرت علی علم و معرفت، جرأت و شجاعت اور عدل و انصاف میں بے مثال نظر آتے ہیں آپ کی عدالت ایسی تھی کہ مساوات کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی بڑے سے بڑے شخص کا لحاظ نہ کرتے تھے آپ نے اپنے سگے بھائی عقیل کو مراعات نہ دیں اور نہ خود کوئی مراعات حاصل کیں آپ متقی ہی نہیں امام المتقین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

آپؓ اکثر فرماتے ہیں کہ میں نے مسند انصاف بچھا دی ہے اہل توریت، توریت کے مطابق، اہل انجیل، انجیل کے مطابق، اور اہل قرآن، قرآن کے مطابق مجھ سے فیصلے کروا سکتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں معاشرے کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے ان کے لئے واضح اصول و ضوابط مرتب کر دیے تھے وہ چھ طبقے مندرجہ ذیل تھے۔ فوج، انتظامیہ، عدلیہ، حکمران جماعت، تاجر اور مزدور ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داریاں تھیں ان کے حقوق اور فرائض بھی معین کر دیئے گئے تھے۔

حضرت علی مسجد کوفہ میں لوگوں کے مسائل سنتے تھے اور گورنروں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ کھلی کچہریاں لگائیں اور انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کے مسائل کو فوری حل کریں۔ عسکری فکری، انتظامی، حکومتی، عوامی اور اجتماعی مسائل اور شعبوں کے علاوہ تصوف و عرفان میں بھی آپ سرتاج اولیاء کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

تصوف کے قریباً تمام سلسلوں کی ابتدا و انتہا آپ ہی سے ہے۔ آپ کا مشہور قول ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ آپ کے روحانی کرامات کے علاوہ علمی اور ادبی معجزات بھی قابل ذکر و فکر ہیں۔ آپؓ کے خطوط، تقاریر اور تحریروں کا مجموعہ نہج البلاغہ کے نام سے مشہور ہے آپؓ نے فرمایا حسن یہ نہیں حسین لباس پہن لیا جائے۔ بلکہ اصل حسن تو علم والوں کا حسن ہے وہ یتیم نہیں جس کا باپ مر جائے بلکہ یتیم وہ ہے جو علم سے محروم ہو جائے۔

آپ نے فرمایا: لوگوں سے اس طرح ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر روئیں اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں۔ حضرت علیؓ کا یہ دعویٰ تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو تاوقتیکہ میں تم میں نہ رہوں میں زمینوں اور آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہوں۔

☆☆☆

تصوف اور صوفیائے کرام

عبدالحلیم شبیری تھلوی

رہے گا راوی و نیل فرات میں کب تک
نشان راہ دکھائے تھے جو ستاروں کو
تیرا سفینہ کہ ہے بحر بیکران کے لئے
ترس گئے ہیں کسی راہ مرداں کے لئے
نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرا کارواں کے لئے

چشم فلک نے دوطرح کی بادشاہی دیکھی ہے ایک وہ بادشاہ ہے جو انسانوں سے اپنی ملوکیت کا خراج (بھتہ) وصول کرتے ہیں۔ مظلوموں اور بیکسوں کو اپنی تیغ ستم وجور و جفا سے ڈرا کر ان پر حکومت کرتے ہیں طاقت شاہی اور جبر و تشدد کا مظاہرہ کر کے اپنا فرمانروائی کا سکہ جاری کرتے ہیں اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اقتدار کی کرسی پر بدمست رہنے اقتدار کے نشے کے جام کو دوام بخشنے کے لئے ہر قسم کی خود غرضی، حرص، ہوس، ناانصافی اور وحشت بربریت کو روا رکھتے ہیں ان خصیص رزیل خصلتوں سے اٹی ہوئی ان شاہان کجکلاہ کا ایک ہی مقصد و مدعا ہوتا ہے کہ ان کی حکومت کسی صورت بھی غیر مستحکم نہیں ہونی چاہیے۔ زوال کا خوف انہیں ہر لحظہ ہر لمحہ جابرانہ عزائم بروئے کام لانے پر مجبور رکھتا اسی لئے شاعر مشرق علامہ اقبال اُس کی مدح زم میں کرتے ہیں۔

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

ان گردان فرازاں جہاں کے مقابلے میں دوسری بادشاہی ان درویشان خدا مست کی ہوتی ہے جو دہشت اور بربریت کے صحراؤں میں محبت کے گل اگاتے ہیں بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے ہیں یہ ایک ایسے شاہان خدا پرست ہیں جو بھٹکے ہوئے راہی کو صراط المستقیم دکھانے کے لئے ترستے ہیں اور ہمہ وقت حریص رہتے ہیں کہ کوئی انسان آنکھوں کی روشنی ہوتے ہوئے اوندھے منہ نہ گرے ظلم و ستم کی چکی میں پستے ہوئے مظلوم انسانوں کو جبر و استقامت اور قرار کی دولت روحانی و جاودانی عطا کرتے ہیں۔ کفر ضلالت کے ظلمت کدوں میں ایمان کے چراغ روشن کرتے ہیں اجڑے ہوئے شہروں اور ویران ملکوں کو زندگی کا پیغام عطا کرتے ہیں۔ جبر و تشدد اور خود غرضی کی مسموم فضاؤں میں روحانی لطافتوں کی خوشبو تقسیم کرتے ہیں۔ بندوں کو خدا سے ملا کر انہیں آلائش دنیا اور حرص و ہوس سے بے نیاز کرتے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں تاثیر ہوتی ہیں۔ باتوں میں انقلاب لانے کا اور ان کی قلوب و چہرہ پُرسوز ہوتے ہیں۔ ان کی یہی خوبصورت چند خصلتیں کاروان حیات کے لئے توشۂ آخرت اور رختِ سفر پیدا کرتے ہیں۔

دنیاوی سلاطین انسانوں پر حکومت کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان کی حکومت انتہائی عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہے کیونکہ عوام کے دلوں پر حکومت ان فرقہ پوشوں کی ہوتی ہیں جو بظاہر پاگل و مجذوب دکھائی دیتے ہیں یہی وہ خاصان خدا پرست لوگ ہیں جو دنیاوی عیش و عشرت سے کنارا کشی کرتے ہوئے ان کا مقصد صرف دین و دنیا کی اصلاح ہوتی

ہے۔ برعکس اس کے دنیاوی سلاطین کی حکومت عارضی اور ناپیدار ہوتی ہے۔ مگر یہ جسموں شہروں اور ملکوں پر حکومت تو کرتے ہیں مگر عوام کے دل و دماغ ان کے احترام سے بالکل بے نیاز ہوتے ہیں جبکہ اولیائے کرام کی حکومت شہروں اور ملکوں پر نہیں بلکہ دلوں اور ذہنوں پر حکومت کرتے ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ اسی حکمران کی سلطنت کو پائیداری اور دوام ملتی ہے جس کے اقتدار کا تعلق عوام الناس کے ذہنوں سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا پر قبضہ و اختیار رکھنے کا دعویٰ کرنے والے شہنشاہوں کا اقتدار حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے مگر ان صوفیائے کرام کے قبضہ و اختیار کی کوئی حد نہیں ہے اور ہر آنے والا دن ان کی روحانی شان و شوکت اور فیض ایمانی کے عام ہونے کا پیغام لے کر آتا ہے ان صوفیائے کرام کا دلوں پر قبضہ عارضی نہیں بلکہ دائمی ہوتا ہے۔ تلواروں سے نہیں بلکہ نگاہوں کی قوت سے دلوں کو فتح کرتے ہیں ان کی زندگیاں خدا اور رسول ﷺ کے لئے وقف خاص ہوتیں ہیں اس لئے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین مصطفویؐ کی خاطر جس طرف جاتے ہیں نصرت ایزدی ہر گام ہر ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا نعرہ ہی یہی ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

فقر غیور ان کا شعار زندگی اور صدق خلوص ان کا سرمایہ حیات ہوتا ہے محبت خدا ان کا اعزاز اور اطاعت رسول ﷺ ان کا افتخار ہوتی ہے یہ اپنوں کے لئے نہیں دوسروں کے لئے جیتے ہیں اور خدمت خلق کو اپنا منصب سمجھ کر عالم بشریت کو فلاح دارین کی منزل کی جانب گامزن کرنے کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں یہ نفوس قدسیہ روحانیت کے علمبردار اور تصوف کے عظمتوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

اُمت اسلام پر تصوف کے احسانات کا تذکرہ بلاشبہ اعتراف حقیقت کے مترادف ہے اور اس دور میں جبکہ بادشاہاں مملکت نے اقتدار کو اپنے گھر کی باندی سمجھ کر مخلوق خدا پر ظلم کے سائے پھیلا دیتے تھے۔ جنہوں نے اُن ظالم و قاہر سلاطین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں عذاب الٰہی کی شدت سے ڈرایا اور احساس دلایا کہ اقتدار ڈھلتی چھاؤں ہے اور زیر دستوں پر ظلم و ستم کرنے والا بہت جلد اللہ کے غضب کی زد میں آ جاتا ہے۔ تصوف حقیقت میں عین اسلام ہے۔ کیونکہ اصحاب تصوف نے جس انداز میں خلق خدا کی راہنمائی فرمائی وہ ہر لحاظ سے اسلام کی تعلیمات کا راستہ ہے۔ آج کا مادیت پسند ظاہر بین تصوف پر نکتہ چینی کرتے ہوئے نہیں تھکتے حالانکہ اسلامی تصوف مکمل طور پر شعائر اسلام اور شریعت محمدیؐ کی بالادستی کا دوسرا نام ہے اور اس کا مقصد اُولیٰ ہی یہی ہے کہ فرزندان اسلام کو محض گفتار کا غازی نہ بنایا جائے بلکہ شریعت محمدیؐ کے عملی تقاضوں سے آشنا کر کے کردار کا بھی غازی بنایا جائے تصوف کی اصطلاح اور اس کی عملی پہلوؤں پر غور کرنے کے لئے حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کا مطالعہ کرنے سے چند تعریفیں زیر قلمبند کر رہا ہوں۔ آپ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں ایک جماعت تو کہتی ہے کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کمبلی اوڑھتا ہے ایک جماعت کے بقول صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں روز قیامت صوفی صف اول میں ہوں گے ایک گروہ اس طرف گیا کہ صوفی وہ کہا جا سکتا ہے جو اصحاب صفہ کے ساتھ

محبت کا روابط رکھے ایک فرقہ کہنے لگا کہ صوفی ایک اسم ہے جو صفا سے مشتق ہے یعنی جس کے اندر باہر صفائی ہے وہ صوفی کہلانے کے حق دار ہے اگرچہ بلحاظ طریقت ان توجہات سے بہت سے حقائق حاصل ہو سکتے ہیں۔ اخروی طبقہ کی تعریف کے اعتبار سے لغوی معنی اس سے علیحدہ ہی نکلیں گے۔ عالم بشریت وانسانیت کے لئے سب سے بڑا نمونہ ہدایت آقا و مولی تاجدار انبیاء حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔ کہ جن کا اسوہ عالی قرآن کی ابدی صداقتوں کا شارح ہے حضور ﷺ کے اصحاب اکیلے اسوہ عظیم میں ڈھل گئے کہ ان کا وجود سیرت مصطفیٰ کا ترجمان بن گیا یہ اصحاب رسولؐ چار وانگ عالم میں اسلام کی روشنی پھیلانے کا ذریعہ بن گئے ان کے لئے سب سے بڑا معیار حق حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تھی کہ جن کے کردار کو خدائے کریم نے ہمیشہ کے لئے باعث تقلید قرار دے دیا تھا ان اصحاب رسول میں سے ایک گروہ بطور خاص خود کو تبلیغ دین اور ترویج تعلیمات محمد مصطفیٰ کے لئے وقف کر چکا تھا اس مقدس گھروں سے تعلق رکھنے والے اصحاب زیادہ سے زیادہ حضور کی صحبت میں بیٹھتے اور حکم مصطفیٰ کی تعمیل میں مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترہ پر بیٹھ کر ارشادات خدا و مصطفیٰ لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے ان کا لباس انتہائی سادہ ہوتا ان کے کپڑوں میں اس قدر پیوند ہوتے تھے کے مزید پیوند لگنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔ کھانا میسر آ جاتا تو کھا لیتے ورنہ پیٹ پر پتھر باندھ کر اور پانی پی پی کر گزر اوقات کرتے تھے۔ آندھیاں چلتی طوفان آتے۔ موسم اپنی شدت دکھاتا مگر یہ سرمست عشاق ہر قسم کی گرم وسرد سے بے نیاز ہو کر تبلیغ دین مصطفیٰ کا فریضہ انجام دیتے دوسرے صحابہ انہیں رشک کی نگاہوں سے دیکھتے اور ان کی روحانی مقامات کی مزید سربلند کے لئے دعا کرتے یہی وہ چبوترہ نشین، فاقہ کش درویش مستغنی مبلغین اسلام تھے جنہیں دنیا اصحاب صفہ کے نام سے یاد کرتی ہے اور جن کی روشن کردار ہر دور کے اصحاب تصوف کے لئے شمع عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام ایک مکمل دین فطرت اس کی تعلیمات ابدی ہیں اسلامی اور قرآنی تعلیمات کو ہر زمانے میں طالبان شوق تک پہنچانے کے لئے فی الواقع ایسے اصحاب کی ضرورت تھی جو اپنی زندگیاں خدا اور رسولؐ کے لئے وقف کر کے تبلیغ اسلام کا عملی مظاہرہ کریں۔ قرآن مجید اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔"تم میں سے ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اچھی بات کا حکم دے اور برائی سے روکے پس یہی لوگ فلاح پائیں گے"۔ کنتم خیرَ اُمتٍ اخرجت الناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر اُولئک ھُمَ المُفلِحُون. تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ایسا اصحاب تصوف کا گروہ ہے جس نے ہر عہد میں اُمت مسلمہ کو درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کا سلیقہ سکھایا اور قرونِ اولیٰ سے اب تک اسلام کو برائی سے بچانے جابر حکمرانوں کو للکارنے، نیکی کی ترغیب دینے اور شعائر اسلام کی پابندی کرنے کا نمونہ پیش کیا ہے یہی طبقہ فکر ہے جس نے تصوف کے نام پر اہل ایمان کی عملی و ایمانی و فکری راہنمائی کا حق ادا کیا ہے تصوف کا مقصود کس حد تک خلقِ خدا کی رہبری اور راہنمائی تھا اور یہ کس طرح قلب و روح کو ایمان کی لطافتوں سے ہمکنار کرتا ہے اس کا اندازہ سیدنا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام مبارک سے ہو جاتا ہے یہ

وہی سیدنا جنید بغدادی ہیں جو اولیائے کرام کے سرتاج ہونے کی بناء پر ''سید الطائفہ'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کا انداز فکر ملاحظہ ہے۔

تصوف مخلوق کی موافقت کرنے سے دل کو پاک رکھنا، صفات مذمومہ سے اجتناب کرنا، خرافات دنیا سے کنارا کشی اختیار کرنا، روحانی نفوس سے میل جول رکھنا، علوم حقیقی سے رابطہ رکھنا، ہمہ وقت ایسے کام بجالانا جو اولیٰ و افضل ہوں، تمام اُمت کی خیر خواہی کرنا، حقیقی طور پر رب سے وفا کرنا اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پیروی کرنا ہے۔ بعض صوفیاء کرام نے تصوف کی آٹھ خصلتیں متعین کی ہیں۔ سخاوت ابراہیمی علیہ السلام رضائے اسحاق علیہ السلام، صبر ایوب علیہ السلام، تجرد عیسیٰ علیہ السلام اور فقر محمد ﷺ اور ابن خلدون نے تصوف کی یوں تعراف فرمائی ہے۔ تصوف کے مقاصد اصلیہ یہ ہیں کہ انسان عبادت الٰہی میں جان کھپائے اور پوری طرح اللہ کا ہو جائے۔

تو من شدم من تو شدی تو جاں شدم من تن شدی
ہر کس نہ گوید بعد ازیں تو دیگرم من دیگری

اس طرح گھل مل جائے کہ تُو اور میں کا بھی فاصلہ نہ رہے اس کے لئے دنیا اور اس کے لغویات اور خرافات سے بالکل منہ موڑے عام دنیا دار جن چیزوں پر مٹے ہیں یعنی بذات دنیویہ اور حب مال اور جاہ و جلال سے قطعی کنارا کشی کرے عبادات کے لئے عزلت نشینی اور گوشہ نشینی و مراقبہ پسند کرے۔ مقدمہ ابن خلدون، دنیائے تصوف کی نامور نصیحتوں کے ارشادات کی روشنی میں یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام کے اندر تصوف کے خلاف نہیں بلکہ تصوف عین اسلام ہے اور صوفیائے کرام کا وہی مقصود و مدعا رہا ہے جو خدا اور رسول ﷺ کی رضا ہے۔ یہ مکمل طور پر اسلامی تصوف ہے اس کا کسی عجمی تصوف یا قبل از اسلام کی باطل اصطلاح کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت اس صراط مستقیم کی ہے جس پر چل کر طالبان شوق خوشنودی خداوندی کے مصداق ٹھہرتے ہیں تصوف کے پیش نظر، نقطہ اور نقطہ شریعت محمدیؐ کی بالادستی اور اسلام کا حقیقی نفاذ ہے تصوف پر شریعت کو کس طور پر بالاتری حاصل ہے اس کا اظہار سیدنا بایزید بسطامیؒ کے اس قول مبارکہ سے ہوتا ہے۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے کرامات دی گئی ہیں یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہو پھر بھی تم اس سے دھوکہ نہ کھانا یہاں تک کہ تم یہ دیکھ نہ لیا کرو، اوامر و نواہی کی پابندی حدود اللہ کی محافظت اور شریعت کی پاسداری میں کیسا ہے۔ ''رسالہ قشریہ'' تصوف ہر لحاظ سے تعلیمات اسلامی سے عبادت اور شریعت مطہرہ سے فیض یاب ہے اس کی اساس فقر محمدؐ ہیں وہ فقر کہ جیسے حضور اکرم نے اَلْفَقْرُ فَخْرِی کے خوبصورت کلام سے نوازا۔ اور الفقر فخری کا مژدہ اپنے عشاق سرمست کے دلوں پر نقش کر دیا تھا نبی کریم سرور سلاطین بھی تھے۔ رہبر کونین بھی۔ اسی لئے آپ ہمیشہ سے دُعا کرتے تھے وحشرنا فی زمرۃ المساکین. اور یہ دُعا اہل مسلک صوفیہ نوربخشیہ ہر مغرب کے نماز کے بعد اس کا ورد جاری رکھتے ہیں جو سلسلہ ذھب کے بانی امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوات صوفیہ میں مرتب فرمایا اس طرح اہل تصوف کے پروانے انتہائی سربلندیوں پر فائز تھے اور ان کے معلم عظیم حضرت محمد ﷺ دین و دنیا کی اُن انتہائی سربلندیوں پر فائز تھے کہ جہاں تک فکر و تخیل کی رسائی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا مگر ان تمام شان و شوکت کے باوجود آپ نے یہ دعا فرما کر دنیا بھر

کے بے بسوں، لاچاروں کے آنسو پونچھ دیے کہ اے اللہ مجھے مسکینی میں زندہ رکھ اور مسکینی میں موت دے اور مسکینوں کے ساتھ مجھے حشر میں اٹھا۔ حضور اکرمؐ کے جانثاروں نے فقر کو متاعِ زیست وعزیز سمجھ کر سینے سے لگایا اور بعد کے ادوار میں تابعین اور تابع تابعین نے تصوف کو فقر حقیقی شان کے ساتھ قبول تام کیا پھر دھیرے دھیرے فقر نے تصوف کے ساتھ لازم اور ملزوم کی حیثیت اختیار کر لی۔ چنانچہ جب ہم دل میں تصوف کو جگہ دینے لگتے ہیں تو ذہن اور فکر میں ایسے صوفی باصفا کا تصور ابھرتا ہے جو لذت دنیوی سے کنارا کش ہو کر بندگان خدا کو عرفان خدا کی دولت جاودانی عطا کرتا ہے اس کائنات عالم رنگ و بو کا ہر لحاظ سے حسن اور مثالی دور وہ تھا جو حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ و مقدسہ کی بدولت بزمِ ہستی کو میسر آیا۔ خوبصورت دور جملہ تواریخ عالم میں سب سے بلند مقام اور اہمیت کا حامل ہے کہ اس امی لقب ختم رسل، دانائے سُبل، مولائے کُل کائنات ﷺ نے اپنے سیرت و کردار کی ضیاء سے وقت کے ظلمت کدوں کو سراپا روشنی بخشا یہ دور بھی کس قدر خوش بخت تھا کہ اس کی مقدس ساعتوں نے اس ہستی والی صفات کے حسن جہاں آفروز کے جلوے دیکھے ہیں کہ آج جس کا اسم مبارک لینے سے نبض ہستی تپش آمادہ ہونے لگی ہے خوش قسمت تھے وہ عشاق کہ جنہیں سرور دو عالم کی نگاہ کرم کی جگمگاہٹ میسر آئی اور وہ صحابہ کرام کے لقب سے بہرہ ور ہو کر مطلع ایمان پر ستاروں کی صورت روشنی بکھیرنے لگے۔ ملت اسلام پر آزمائش کا دور اس وقت آیا جب خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد مسلم ریاست پر ملوکیت کے بھیانک سائے منڈلانے لگے۔ اس موضوع پر علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے کتاب خلافت سے ملوکیت تک میں بہترین خامہ فرسائی کی ہے۔ عربوں کے بعد عباسی خلفاء آئے مگر چند مثالوں کو چھوڑ کر مجموعی طور پر شہنشاہیت کا نقشہ تو آتا تھا۔ کہنے کو تو یہ حکمران خلیفۃ المسلمین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ مگر یہ مطلق العنانی، امریت اور جبر وقہر کی تصویر تھی۔ عوام الناس تو کجا خواص کی بھی جرأت نہیں تھی کہ ان بدمست ہاتھی کی طرح حکمرانوں کے کسی بھی مذموم قول وفعل کی مذمت کر سکیں۔ اختلاف رائے کی بدترین سزا یا اس کا صلہ بدترین موت تھی پھر دھیرے دھیرے دوسرے امور ریاست کی طرح ان حکمرانوں نے مذہب کو بھی گھر کی لونڈی تصور کرنے لگا۔ کہ جو معانی و مفاہیم چاہے مراد لیں۔ ان حکمرانوں کو سب سے زیادہ خطرہ شریعت محمدیؐ کی طرف سے لاحق تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی بیشتر افعال و کردار شریعت اور تعلیمات و مصطفویؐ کی نفی کرتے تھے اپنے مذموم مقاصد کی ترویج اور مطلب براری کے لئے انہیں ایسے علمائے سُو بھی میسر آنے لگے جو ان کے ہر قول وفعل کو جائز اور درست قرار دینے کے لئے دور از کار تاویلات کے انبار لگا دیتے تھے اس طرح بہت جلد وہ سانحہ پیش آ گیا جسے دین و دنیا کی جدائی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ شاہان وقت نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ دین کا تعلق نقطہ عبادت سے اور عبادات کا تعلق مساجد سے ہے اس طرح ان کے محلات اور پُر شکوہ دربار دین مصطفویؐ کے کڑے احتساب سے ماورئی ہیں بیت المال کو ذاتی ملکیت سمجھنے لگا مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پارا پارا اور غریبوں کی زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی۔

ایسے پُر آشوب عالم میں تصوف کی تحریک پورے روحانی جلال اور ایمانی شکوہ کے ساتھ اُبھری اور صوفیاء کرام نے

وہ شاندار کردار ادا کیا جس کی مثال نہیں ملتی ان بندگان خدا نے ایک طرف خلق خدا کو بیدار کیا انہیں احساس دلایا کہ شریعت و سنت رسولؐ سے ہٹ کر ہم اجتماعی بربادی کو دعوت دے رہے ہیں دوسری طرف انہوں نے شاہان وقت کجکلاہان بدقسمت سلاطین، خلفاء اور امراء کو ان کی مذہبی و دینی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور باور کرایا کہ وہ کسی لحاظ سے بھی عام انسانوں سے برتر نہیں بلکہ خلیفہ کے منصب پر فائز ہونے کی بنا پر یں شریعت رسولؐ کے کڑے احتساب کی زد میں ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دُکھی اور ملول انسان ان اصحاب طریقت کی سرپرستی لے کر اور ان کی تعلیمات میں اپنے دُکھوں کا مداوا تلاش کرنے لگے اس دور کے تواریخ اور بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ یہ تصوف اہل اسلام کو پھر اس زمانے کی طرف لے جانا چاہتا تھا جو حضور کا زمانہ تھا اور جس زمانے کی سعادتوں، برکات اور بلندیوں سے بڑھ کر کسی اور دور کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ سیدنا حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں یہ راہ تو وہی پا سکتے ہیں جو دائیں ہاتھ میں قرآن مجید اور بائیں ہاتھ میں سنت محمد عربیؐ اور وہ ان دو چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تا کہ نشے کے گڑھے میں گرے نہ بدعت کی تاریکی میں پھنسے۔

اس دور میں اہل تصوف کی تحریک کو کچلنے اور ناکام بنانے کے لئے بعض حلقوں کی طرف سے شدید مخالفت کی گئی۔ علماء سُو نے بطور خاص تصوف کے مقام کو گرانے کے لیے اسے دنیا سے فرار اور رہبانیت قرار دے دیا۔ حالانکہ ایسا ہوتا تو صوفیائے کرام العظام خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا نہ کرتے۔ مشہور مشترق پروفیسر ایچ، اے۔ ارگب کو بھی اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑا کہ تاریخ اسلام میں بارہا ایسے موقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ صوفیائے کرام نے کس طرح خلق خدا کو عرفان خدا بخشا اور حکمرانوں کو رعایا کے حقوق کا ذمہ دار ہونے کا احساس دلایا اس کا اندازہ تاریخ اسلام میں جگمگاتے ہوئے حقائق سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ اہل تصوف کے پروانوں میں حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ کا اس وقت کے جابر ظالم حکمران مرزا شارق کے ساتھ مقابلہ ہمارے لئے مشعل زیست ہے اس پر بحث کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں کیونکہ ان کے حالات زندگی پر کئی بار نوائے صوفیہ میں مضمون چھپتے رہا ہے۔ پس اتنا سمجھ لیجئے کہ ان اصحاب تصوف کا اس حق گوئی اور صداقت کے پس پردہ حضور اکرمؐ کی یہ حدیث کارفرما تھی سب سے بڑا جہاد جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہہ کر موت کو گلے لگانا آسان تصور کرتے تھے کیونکہ ان سرفروشان اسلام کا مقصد و مدعا شہادت اور منزل بقائے ربی ہوتے تھے اسی لئے اقبال رحمۃ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

☆☆☆

شیطان کا مکر و فریب اور تباہ کاریاں

مہدی فیروز غور سے راشد

شیطان کی دوستی کہاں ابھی باقی ہے
خبیث اور ناپاک بننا اس کی بڑی خوبی ہے

ہر مومن، عاقل، بالغ، صاحب تمیز اور نیک دل مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیطان خبیث کے ناپاک عزائم سے اور کاوش سے محفوظ رہیں۔ شیطانی اعمال سرزد ہونے سے پرہیز کریں اور شیطان کو اپنا حقیقی دشمن سمجھ کر اُسے ذلیل و خوار کریں۔

ہر کسی کے دل میں ہو گر نفرت شیطانی اعمال سے
ہو سکتا ہے کامل مومن وہ دور حیات میں

علماء و زعماء کی محفلوں میں بیٹھ جائیں اور جو مسائل درپیش ہیں وہ علماء سے پوچھیں اور شیطان کے بُرے فکر و فریب سے دور رہیں۔ فرمانِ الٰہی کے تحت شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اسے اپنا دشمن ہی بنا دیجئے۔

شیطان کو اللہ نے ہر نعمت سے محروم کیا
ہو کے اکثر شیطان کا احباب مستقبل اُن کا خراب کیا

قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کے عنوان پر جن آیات مبارکہ کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں سے کسی طرح ایک بُری بات کو ایک جگہ شیطان کی طرف اور دوسری جگہ ابلیس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ شیطان لفظ کے دو معنی ہیں۔

1- دُور ہو جانا جس سے مُراد صحیح راہ سے ہٹ جانا اور زندگی کی خوشگواریوں اور سعادتوں سے محروم رہ جانا۔

2- اشتعال میں آ جانا، سرکشی اختیار کر لینا۔

قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوا“

اس آیتِ قرآنی سے صاف ظاہر ہے کہ ابلیس اکیلا کافر نہیں بلکہ اس کے ہم خیال ساتھی بھی کافر ہیں۔ اس طرح سورۃ الاعراف میں ارشادِ خداوندی ہے کہ ”ہم نے تمہیں خلق کیا، پھر تمہاری صورتیں بنائیں، پھر ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب ملائکہ نے سجدہ کیا اور ابلیس سجدہ نہ کرنے والوں میں سے ہو گئے۔ شیطان صرف گمراہ نہیں کرتا بلکہ ہمارے اعمال اور ارادوں کو بھی ڈگمگاتا ہے۔ شیطان بُرے اعمال کو بُروں کے لئے خوشنما بنا دیتا ہے

جیسے کہ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”پس وہ کیوں نہ گڑگڑائے جب ان پر ہماری سختی آئی لیکن ان کے دل تو سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لئے ان اعمال کو زینت دی جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سورہ یوسف میں شیطان کے کردار کا اس طرح ذکر

کیا گیا ہے کہ "اس کے (یعقوبؑ) نے کہا اے میرے بیٹے اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی چال چلیں گے کچھ شک نہیں شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے" جس طرح اچھے اعمال اور اچھے کردار کی وجہ سے کوئی بھی فرد اس معاشرے اور خالق کی نظر میں نیک، محترم، صالح اور معزز کہلاتا ہے۔ اس طرح ہر بدکار، نافرمان، گمراہ، بے حیا، سود خور، رشوت خور، قانون شکن، غیبت کرنے والے اور دھوکہ دینے والے فرد کو یہ معاشرہ بھی شیطان یا شیطان کا عزیز و اقارب قرار دیتے ہیں اور مندرجہ ذیل آیاتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی سورۃ الافرقان، سورۃ النمل، سورۃ القصص، سورۃ العنکبوت، سورۃ القمن، سورۃ سبا، سورۃ یٰسین، سورۃ محمدؐ اور دیگر سورتوں کو سمجھ کر پڑھنے والے خوش نصیب یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان شیطانی صفت رکھنے والے افراد کو بھی شیطان کے ساتھ دوزخ کی آگ میں رہنا ہوگا۔

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "کیا تُو نے نہیں دیکھا ان کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے اس پر جو تجھ پر نازل کیا گیا پھر بھی وہ چاہتا ہے کہ اپنے معاملات میں طاغوت (شیطان) کو حاکم بنائیں۔ حالانکہ انہیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اس طاغوت کی باتوں، وسوسوں اور مکر و فریب سے انکار کرنا یعنی خواہشات نفس کی پیروی نہ کرنا اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ گمراہی میں انہیں دُور لے جائے۔" شیطان کی سازشوں، بداعمالیوں اور گمراہ کن حرکات کا تعارف کلام الٰہی کی مذکور آیات اور حدیث فہمی سے حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں شیطان کا تعارف تقریباً 83 آیات خداوندی میں موجود ہے۔ ان پر غور اور عمل کرنے والے خوش نصیب کو، اپنے اہل خانہ کو اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو شیطانی دل فریبوں، شیطانی سیاست اور چال اور شیطانی اعمال سے دور رکھنے میں کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں اور رسول پاک کی بہترین امت مرحومہ میں شامل ہو سکیں گے۔

امام زمانہ حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔ "نماز میں شیطان جتنا رُسوا ہوتا ہے اتنا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا اس لئے نماز پڑھو اور شیطان کی ناک رگڑو یعنی اسے ذلیل و خوار کر دو۔" اس سے صاف صاف بغیر کسی شبہ کے ظاہر ہے کہ شیطان انساں کا اکچھل دشمن ہے۔

سورت ابراہیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "قیامت کے دن شیطان اپنے فرماں برادروں سے کس طرح مخاطب ہوگا؟ اور جب معاملے کا فیصلہ ختم ہو جائیگا تو شیطان کیا کہے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اور تم پر میرا کوئی زور نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں دعوات دی اور تم نے فوراً ہی میری دعوت قبول کر لی۔ پس اب مجھے الزام نہ دو اب اپنے آپ کو الزام دو اب میں تمہارا فریب رس نہیں ہوں اور نہ تم میرا فریب رس ہو۔

پس تو پہلے ہی سے انکاری ہوں جس میں، میں نے تمہیں شریک بنا لیا۔ بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

اب سن کے ہی یاد ہے مجھ کو شیطان کی حکایت بھی
لکھی ہے قرطاس پہ اُس کی مکر و فریب بھی

☆☆☆

فسق و نفاق، اللہ سے دُوری

اویس قرنی کوروی، مدرسہ شاہ ہمدان نوربخشیہ، سکردو

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عورت آئی اس نے کہا میری جوان لڑکی فوت ہو چکی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھ لوں آپ اس کے لئے کوئی دعا بتلا دیجئے آپ نے بتلا دی۔ رات کو اس عورت نے اپنی بیٹی کو جہنمی لباس پہنے ہوئے، پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی دیکھا۔ صبح کو اس عورت نے وہ خواب حضرت حسن بصری کو سنایا تو آپ بہت مغموم ہوئے ایک عرصہ بعد آپ نے اسی لڑکی کو سر پر تاج رکھے جنت میں دیکھا۔ اس لڑکی نے کہا آپ نے مجھے پہچانا۔ میں اسی عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے پاس میرے بارے میں بتانے آئی تھی۔ آپ نے کہا تیرے حالات کیسے تبدیل ہوئے؟ لڑکی نے کہا ہمارے قبرستان کے قریب سے ایک شخص حضورؐ پر درود پڑھتے ہوئے گزرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس درود کی برکت سے اس قبرستان کے پانچ سو مُردوں کو عذاب سے چھٹکارا عطا کیا۔

اہم بات

مقام غور ہے کہ حضورؐ پر ایک شخص کے درود بھیجنے کی برکت سے اتنے لوگ عذاب سے چھٹکارا پا کر بخشے گئے۔ جو پچاس سال سے حضورؐ پر متواتر درود بھیج رہا ہو۔ کیا قیامت کے دن اس کی مغفرت نہیں ہوگی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰه. گناہ کرنے میں تم منافقوں کی طرح نہ ہو جاؤ۔ جنہوں نے اللہ کے احکام کو چھوڑ دیا اور اس کے خلاف چلنے لگے اور شہوات دنیا سے لطف اندوز ہونے لگے اور فریب کاریوں کی طرف مائل ہوئے۔

مومن اور منافق میں فرق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مومن اور منافق میں فرق کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مومن نماز اور روزے کی طرف ہمت کرتا ہے اور منافق جانوروں کی طرح کھانے پینے کی طرف ہمت کرتا ہے وہ نماز، روزے کے قریب نہیں بھٹکتا مومن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور بخشش طلب کرنے میں مشغول رہتا ہے۔ اس کے برعکس منافق حرص و ہوس میں لگا رہتا ہے۔ مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا لیکن منافق اللہ کے سوا ہر چیز سے ڈرتا ہے مومن نیکی کر کے بھی اللہ کی بارگاہ میں روتا رہتا ہے۔ منافق گناہ کر کے خوش ہوتا ہے مومن خلوت اور تنہائی کو پسند کرتا ہے منافق میل جول بھیڑ بھڑکے کو پسند کرتا ہے۔ مومن فصل کاشت کر کے بربادی سے ڈرتا ہے لیکن منافق فصل اُجاڑ دینے کے بعد فصل کاٹنے کی تمنا لئے ہوئے ہوتا ہے۔ مومن دین کی تدبیر اور اچھائیوں پر عمل پیرا ہوتا ہے اور برائیوں سے بچتا ہے۔ اصلاح کرتا ہے منافق اپنی ہیبت اور سطوت کے لئے فتنہ وفساد برپا کرتا ہے۔ نیکیوں سے روک کر برائیوں کی طرف راغب کرتا ہے۔ حکم ربّ العزت ہے۔ منافق مرد اور عورت ایک دوسرے میں سے ہیں۔ نیکی سے روکتے اور بُرائیوں کا حکم دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو

بھلا دیا اور اللہ نے انہیں بھلا دیا۔ بے شک منافق فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مرد اور عورتیں اور کفار کے لئے جہنم کی آگ تیار کی ہے۔ یہ اُس کا وعدہ ہے یہ انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔
حدیث نبویؐ میں ہے منافق کی مثال ایسی نووارد بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ہو۔ کبھی وہ اس ریوڑ اور کبھی وہ اس ریوڑ کی طرف بھاگ نکلتی ہو۔ یعنی وہ ایک ریوڑ میں نہیں ٹھہرتی اسی طرح منافق بھی نہ مسلمانوں میں شامل ہوتا ہے اور نہ کافروں میں۔

جہنم کے سات دروازے

جہنم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور اس کے سات دروازے رکھے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے وَ لَھَا سبعۃ ابواب. اس کے لوہے کے دروازے ایسے ہوں گے جن پر لعنت کی تہیں چڑھی ہوں گی۔ ان کا ظاہر تانبے کا اور باطن سیسے کا اس کی گہرائی میں عذاب اور اس کی بلندی میں اللہ کی ناراضگی، اس کی زمین تانبے، سیسے، لوہے اور شیشے کی اس کے مکینوں کے لئے دائیں بائیں اوپر نیچے آگ ہی آگ ہے اس کے طبقات اوپر سے نیچے کی طرف ہیں۔ جن میں سب سے نچلا طبقہ منافقوں کے لئے ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے جبرائیل سے جہنم کے بارے میں وضاحت سے اور گرمی کے متعلق دریافت کیا۔ جبرائیل نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کر کے ہزار سال تک دہکایا وہ سرخ ہوگیا، پھر ہزار سال دہکایا تو وہ سفید ہوگیا، تیسری بار ہزار سال دہکایا تو وہ بالکل تاریک اور سیاہ ہوگیا۔ اس رب کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا۔ اگر دوزخیوں میں سے کسی کا کپڑا بھی دُنیا پر ظاہر ہو جائے تو تمام مخلوق تباہ ہو جائے۔ اگر جہنم کے پانی کا ایک ڈول دنیا کے تمام پانیوں میں ملا دیا جائے تو جو اسے چکھے وہ مرجائے۔ دوزخ کی زنجیروں کا ایک ٹکڑا اللہ تعالیٰ نے جس کا ذکر یوں کیا ہے۔ فِیْ سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعاً. ہر ٹکڑے کی لمبائی مشرق و مغرب کی لمبائی کے برابر ہے اسے اگر دنیا کے کسی پہاڑ کے اوپر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل جائے۔ اگر کسی دوزخی کو دوزخ سے نکال کر دُنیا پر لایا جائے تو اس کی بدبو سے انسان فنا ہو جائیں۔ حضور اکرمؐ نے جبرائیل سے مزید استفسار فرمایا بتاؤ کیا جہنم کے دروازے ہمارے دروازوں جیسے ہیں۔ جبرائیلؑ نے عرض کی نہیں وہ مختلف طبقات میں بنے ہوئے ہیں کچھ اُوپر اور کچھ نیچے ایک دروازے کا درمیانی فاصلہ ستر سال کا ہے۔ ہر دروازہ پہلے دروازے سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ آپؐ نے ان میں رہنے والوں کے متعلق دریافت فرمایا۔ تو جبرائیل نے جواباً کہا سب سے نچلے طبقے کا نام ہاویہ ہے۔ اس میں منافقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَفِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ دوسرے طبقہ کا نام جحیم ہے اس میں مشرک ہوں گے۔ تیسرے کا نام سقر اس میں صابی ہیں چوتھے کا نام لظیٰ ہے اس میں شیطان اور اس کے پیروکار مجوسی ہیں۔ پانچویں کا نام حطمہ ہے اس میں یہود ہیں اور چھٹے کا نام سعیر ہے اس میں نصاریٰ ہوں گے پھر حضرت جبرائیل نے خاموشی اختیار کی آپؐ نے دریافت کیا اے جبرائیل مجھے ساتویں طبقہ کے متعلق کیا نہیں بتلاؤ گے۔ جبرائیل نے عرض کی حضور نہ ہی پوچھیے آپؐ نے فرمایا بتلاؤ تب جبرائیل نے کہا حضورؐ اس طبقہ

میں آپؐ کے وہ امتی ہوں گے جنہوں نے گناہ کبیرہ کئے اور بغیر توبہ کے مر گئے۔

مرنے کے بعد افسوس

کتنے ایسے بوڑھے ہیں جو دوزخ میں فریاد کناں ہیں کتنے جوان ہیں جو جوانی کو ضائع ہونے کو یاد کر کے آہ و فغاں کرتے ہیں؟ کتنی ایسے عورتیں ہیں جو اپنی گزشتہ زندگی کی بداعمالیوں کو یاد کر کے روتی ہیں۔ اے اللہ ہمیں آگ اور آگ کے عذاب سے بچا اور ہمیں اس کام سے بچا جو آگ میں لے جائے۔ اپنی رحمت کے طفیل ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما اے عزیز، اے غفار اللہ ہمارے عیبوں کو ڈھانپ لے ہمیں خوف سے نجات دے اور اپنے سامنے شرمندگی سے محفوظ رکھ۔ یا ارحم الراحمین. یا رب العلمین.

☆☆☆

تبلیغ دین

نثار علی دانش الکوروی متعلم

تبلیغ کا معنی ومفہوم

تبلیغ کے معنی پیغام پہنچانے کے ہیں۔ لیکن اسلامی اصطلاح میں تبلیغ سے مراد پیغامِ حق کی اشاعت اور اس کو عوام الناس تک پہنچانا ہے۔

پیغام حق کی اشاعت اور ابلاغ دو طرح کا ہے۔ ایک تو غیر مسلم کو اسلام سے روشناس کرانا دوم مسلمانوں کو اوامر و نہی سے آگاہ کرانا تاکہ وہ اوامر و نہی پر عمل کرے اور منکرات سے بچیں۔ تمام انبیاء و رُسل کی بعثت کی غرض ہی یہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی احکام حاصل کریں۔ اور ان احکام کو اللہ کے بندوں تک پہنچائیں۔ سرکار دو عالمؐ انبیاءؑ کی آخری کڑی ہیں۔ اور اب قیامت تک کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور کار نبوت والا مقدس فریضہ اب اُمت مسلمہ کے افراد ان کو سر انجام دینا ہے۔ اور اس کی ادائیگی فرض کفایہ ہے۔

تبلیغ کی اہمیت وضرورت از روئے قرآن حکیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس تَاْمُرُوْنَ با لْمعرُوف وَ تَنْھَون عن المنکرِ و تو مِنُوْنَ با اللہ.

ترجمہ: تم تمام اُمتوں سے بہترین اُمت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تمہارا یہ کام ہے کہ نیکی کا حکم دیتے رہو اور بُرائی سے روکتے رہو اور اللہ پر پختہ ایمان رکھو۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یَاَیھا الرَّسُولُ بلّغ ما اُنزِلَ اَلَیکَ من رَبِک. و ان تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَۃَ. ترجمہ:۔ اے رسولؐ تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تیری طرف اُتارا گیا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تُو نے اللہ کا پیغام نہیں

پہنچایا۔ تیسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اُدْعُ اِلیٰ رَبِّکَ اِنَّکَ لَعَلیٰ ھُدًی مُّستقیم. (سورہ الحج ، آیت 28) ترجمہ:۔ اے نبیؐ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلائیں۔ بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔

تبلیغ کی ضرورت واہمیت از روئے حدیث

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے۔ نبی پاکؐ نے ارشاد فرمایا۔

1- ارشاد نبویؐ ہے۔ بَلِّغُوْ عَنِّیْ وَ لَوْ کَانَ آیَۃً۔ "تم لوگوں تک پہنچاؤ خواہ وہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔"

2- خبردار تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

3- نبی پاکؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ اگر تیرے سمجھانے سے یا کوشش کرنے سے ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے۔ تو یہ تیری نجات کے لئے کافی ہے۔

4- خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ اللہ اس شخص کو شاد رکھے جو میری باتوں کو سُن کر از بر کرتا ہے۔ پھر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ پس حاضرین پر لازم ہے کہ وہ میرا پیغام غائبین تک پہنچادیں۔

اسلام میں تبلیغ کا طریقہ کار

(1) خلوص۔ تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ نیت میں خلوص ہو یعنی جو کچھ آپ لوگوں تک نیکی پہنچا دیتے ہیں وہ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔

(2) عفوو درگزر: کوئی انسان بھی آسانی سے اپنے آبائی عقائد ونظریات سے دستبردار نہیں ہوتا۔ اور بعض اوقات وہ حق کی مخالفت پر اُتار آتا ہے۔ اس لئے اس کی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عفوو درگزر سے کام لیا جائے۔ سرکار دوعالم کو حکم ربی ہوتا ہے۔ خُذِ لعَفْوَ وَامُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ. ترجمہ: "معاف کرو اور نیکی کا حکم کرتے رہو اور جاہلوں سے اعراض رہو۔"

(3) تنظیم: تبلیغ ہر مسلمان کا انفرادی فریضہ ہے۔ تاہم جو موجودہ زمانے میں دیگر مذاہب کے مقابلے میں ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو منظم طریقے پر یہ فریضہ ادا کریں۔ اور دعوت حق اقوام عالم تک پہنچائی جائے۔

(4) عملی تبلیغ: تبلیغ کا ایک اصول یہ بھی ہے۔ کہ قول کے ساتھ عمل بھی ہو۔ اخلاقی کشش تبلیغ کے لئے بہترین طریقہ ہے۔ اگر تاریخ اسلام کی ورق گردانی کی جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ تقریری تبلیغ کی نسبت عملی تبلیغ زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

مبلغ کے اوصاف

(1) حق بات کی بصیرت: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قُلْ ھٰذِہٖ سبیلی ادعُوْ اِلیٰ اللہِ علیٰ بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ تَّبَعَنِیْ.

ترجمہ: "اے رسولؐ تو کہہ دے میرا راستہ یہ ہے۔ میں بصیرت کی پوری روشنی کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور وہ لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں۔" یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ مبلغ کو حق اور اسلام کی پوری پوری واقفیت اور

بصیرت ہونی چاہئے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ ناری ہے نہ نوری ہے

(2) **عمل:** مبلغ کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کا سختی سے پابند ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُم. ترجمہ:۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے. لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْن۔ ترجمہ:۔ تم یہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔۔۔ ترجمہ:۔ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا سوائے اس کے جو چاہئے۔ اپنے رب کا راستہ اختیار کریں۔ مبلغ کی کوشش کے پیچھے کوئی حاوی اور دنیاوی نفع نہیں ہونا چاہئے۔ صرف اللہ کی رضا کی خاطر کام کرے۔

(3) **اللہ کی نصرت پر یقین:** ارشاد خداوندی ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوٓا اِنْ تنصرُو اللہَ ینصر کُم وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ. ترجمہ:۔ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ کے دین کی اشاعت و تبلیغ کی کوشش کرنا اللہ کی مدد کرنا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ. (سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 69)۔

ترجمہ: ''جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں اور بیشک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔''

(4) **باوقار شخصیت:** مبلغ ایک باوقار شخصیت کا مالک ہونا چاہئے۔ اور مخالف اس کو ہلکا نہ سمجھیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔ ترجمہ: ''اور ہلاک نہ پائیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے۔ شخصیت کا بھی مخالف پر گہرا اثر پڑتا ہے۔''

(5) **تعصب سے بالاتر ہونا:** ہر مبلغ کو تعصب سے بالاتر ہونا چاہئے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لئے حق کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر نہ اُبھارے۔ (سورہ المائدہ، آیت 4) اگر ایک مبلغ متعصب ہوگا تو اس کی بات چند لوگوں تک محدود ہو کر رہ جائے گی اور اس کی دعوت عام نہیں ہو سکتی۔

(6) **دینِ اسلام کی تعلیمات سے مکمل آگاہی:** مبلغ کو اسلام کی تعلیمات سے بخوبی آگاہ ہونا چاہئے۔ اور مبلغ کا مزاج امور دین میں اتنا پختہ ہونا چاہئے۔ کہ وہ کسی پہلو سے بھی افراط و تفریط کا شکار نہ ہو۔ ارشاد الٰہی ہے۔۔۔ اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ دوسری جگہ فرمایا۔۔۔ کیا لوگ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے۔

(7) **خوش خلقی اور خوش مزاجی:** مبلغ کو خوش خلق اور مہذب ہونا چاہئے۔ بحث و مباحثہ کی صورت میں جھگڑے اور تیز کلامی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ دوسروں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئیں۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اور بہترین انداز سے گفتگو کریں۔

☆☆☆

آداب مسجد اور ہماری ذمہ داریاں

کامران ایچ حسرت، حسن آبادی چھور بٹ

قارئین کرام! دُنیا کی تمام اقوام اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت اور اُن کے ادب و احترام کا خاص اہتمام کرتی ہیں۔ اس کی جھلک ہمیں عیسائیوں کے گرجا گھروں، ہندوؤں کے مندروں اور یہودی مذہب کے کلیساؤں میں بھی نظر آتی ہے۔ مسجد مُسلمانوں کی جائے عبادت کو کہا جاتا ہے۔ جہاں مُسلمان اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کے لئے حاضر ہو کر اپنی بندگی کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔

قارئین کرام! ''آداب مسجد اور ہماری بے حسی'' کا انتخاب میں نے صرف اور صرف آپ لوگوں کی توجہ آداب مسجد کو پامال کرنے اور ہماری طرف سے سرزد ہونے والی لاپرواہی کی جانب دلانے کے لئے کیا ہے۔ مسجد وہ جگہ ہے جہاں انسان دُنیا سے ناطہ توڑ کر اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ لیتا ہے۔ لیکن آج کل موبائیل فونوں سے بجنے والی مختلف قسم کے سازوں اور موسیقی کی آوازوں نے مسجدوں کے تقدس اور حُرمت کو پامال کرنا شرع کر دیا ہے۔ مسجدوں کے دروازوں اور دیواروں پر جابجا موبائل فون بند رکھنے کے لئے گزارشات چسپاں نظر آتے ہیں۔ لیکن ہم لوگ انتہائی بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِن گذارشات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دورانِ نماز مسجد کے اندر موبائل فون سے بجنے والے سازوں اور گھنٹیوں کی وجہ سے نہ صرف مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہے بلکہ تمام نمازی حضرات بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اور عبادت کا خشوع وخضوع بھی متاثر ہوتا ہے۔ مسجدوں کی بے حُرمتی کے حوالے سے ایک اور اہم بات جو کہ آج کل اکثر دیکھنے میں نظر آتی ہے وہ مساجد کے اندر دُنیاوی باتیں اور بحث ومباحثوں کا کرنا ہے اکثر نماز سے پہلے یا نماز سے فراغت کے بعد نمازی حضرات ٹولیاں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دُنیاوی بحث ومباحثات شروع کر دیتے ہیں۔ اِن بحث و مُباحثوں کے دوران نا جانے منہ سے کتنی جھوٹی باتیں، چغلیاں، منافقت اور تہمت جیسے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ اور انسان جہاں اپنی عاقبت سنوارنے آتا ہے وہیں پر اس بے ادبی اور لاپرواہی کی وجہ سے اپنی آخرت بگاڑ کر چلا جاتا ہے۔ اسی طرح اکثر لوگ مسجدوں کے اندر مذاق کرتے اور قہقہے مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ فعل بھی آداب مسجد کے سخت خلاف اور مُوجب گناہ ہے۔ کچھ حضرات بدبودار اشیاء (لہسن، پیاز اور اورک وغیرہ) کھا کر مسجدوں میں عبادت کے لئے آتے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے اُن کے منہ سے جو بدبو خارج ہوتی ہے اُس سے پوری مسجد کا ماحول متاثر ہوتا ہے اور نمازی حضرات بھی اُلجھن محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی کریمؐ نے بدبودار اشیاء کھا کر مسجدوں میں جانے سے سخت منع فرمایا ہے۔ اسی لئے اگر ایسی کوئی بدبُودار شے کھا لی جائے تو مسجد جانے سے پہلے منہ سے آنے والی بدبو کا خاتمہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ایک شخص کی وجہ سے باقی نمازی حضرات متاثر نہ ہوں۔ دیگر کچھ افراد میلے کچیلے اور بدبودار کپڑے اور جرابیں پہن کر مسجد کے اندر داخل ہوتے

ہیں۔ یہ بھی آدابِ مسجد کے خلاف ہے۔ اور اس حرکت سے بھی دیگر نمازی حضرات اُلجھن کا شکار ہوتے ہیں۔

آج کل کے دور میں اکثر مسجدوں میں نمازی حضرات اپنے جوتے ہاتھوں میں اُٹھا کر مسجد کے اندر لے جاتے ہیں۔ اور مسجد کے اندر اپنے سامنے یا اطراف میں رکھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ حرکت نا صرف آدابِ مسجد کو پامال کرتی ہے بلکہ سخت کراہت کا باعث بھی ہے۔ اس کے علاوہ اکثر لوگ مسجدوں میں لیٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مسجد عبادت کی جگہ ہے۔ یہاں پر ایسی حرکت زیب نہیں دیتی ہے۔ اس لئے ایسی حرکت سے اجتناب کرنا چاہئے۔ علاوہ ازیں با جماعت نماز کے دوران بہت سے لوگ صف بندی کا خیال نہیں کرتے ہیں۔ اور اپنی مرضی سے جہاں دل کرتا ہے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ فقہ الاحوط میں شاہ سید محمد نوربخشؒ نے صف بندی کو نماز کی اولین شرائط میں سے ایک شرط قرار دیا ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر شرط کو پورا نہیں کرتا ہے۔ اُس کی عبادت میں خلل پیدا ہوتا ہے اور آدابِ مسجد بھی متاثر ہوتا ہے۔

قارئین کرام! یہ وہ چند اہم باتیں ہیں جو کہ احترامِ مسجد کو نظر انداز کرنے کے حوالے سے ہمیں آج کل کے معاشرے میں باکثرت دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کوتاہیوں اور لاپرواہیوں کی وجہ سے ہماری عبادات درگاہِ خداوندی میں قبولیت کے صحیح درجے پر پہنچ نہیں پاتی ہیں۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کرنے والا اور مسجدوں کے عزت و احترام کو ملحوظ نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

☆☆☆

گزشتہ سے پیوستہ

مسئلہ عقیدہ امامت کا

مولانا شکور علی انور

صوفیہ نوربخشیہ کے ہاں مسئلہ امامت کی بڑی اہمیت اور توضیح پائی جاتی ہے۔ مطلق امامت سے ہٹ کر امامت کی انواع کے پیرائے میں امامت پر عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ چنانچہ شاہ سید محمد نوربخش قدس سرہ العزیز کتاب الاعتقادیہ میں فرماتے ہیں کہ و یحب ان تعتقد ان الامامۃ علی نوعین. حقیقیۃ و اضافیۃ اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ امامت کی دو قسمیں ہیں۔

(1) حقیقی امامت

(2) اضافی امامت

امامت حقیقی: کہ امامت کے جملہ صفات صوری، صفات معنویہ اور اس کے ارکان کا پوری طرح حامل ہونا امامت حقیقی ہے۔ اور امامت کے شرائط میں سے یہ ہے کہ (1) مرد ہونا، (2) آزاد ہونا، (3) بالغ ہونا، (4) عقلمند ہونا۔

اور امامت کی اصل یہ ہے کہ شجاعت والا ہو۔ (2) قریشی ہو چنانچہ فرمان رسولؐ ہے کہ الائمۃ من القریش یعنی آئمہ کرام کا تعلق قبیلہ قریش سے ہوگا۔

امامت کی صفات صوریہ یہ ہیں کہ (1) معنوی طور

پر سیادت کا مصداق ہو۔ (2) فاطمہ الزہراؑ کی طرف منسوب ہو۔ (3) عالم ہو، (4) پرہیزگار ہو، (5) شجاعت والا ہو، (6) سخاوت والا ہو اور امامت کے ارکان یہ ہیں کہ (1) علم کامل ہو۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "اَلْاِمَامُ الضَّعِیْفُ مَلْعُوْنٌ" ۔ کمزور امام ملعون ہے۔

یعنی دینی معاملات میں دوسروں کا محتاج بن جائے۔

(2) اصلاً وفرعاً صحیح سیادت کا حامل ہو۔

(3) وسیع سلطنت کا ہونا۔

(4) کسی قسم کی پوشیدگی کے بغیر واضح اور صریح ولایت کا حامل ہونا حضرت علیؑ کے سوا یہ جملہ صفات جملہ آئمہ کرام میں سے کسی ایک میں آج تک یکجا نہیں ہوئیں۔ لہذا حقیقی معنوں میں کامل امام وہ ہے جو امامت کی ان جملہ صفات کا حامل ہو۔

امامت اضافی: جو امام صفات امامت میں سے بعض صفات کا حامل ہو تو جن صفات کا وہ حامل ہے اسی قدر وہ امام ہے۔ لہذا اس لحاظ سے اس کی امامت اضافی امامت ٹھہرتی ہے۔

شاہ سید محمد نوربخش علیہ الرحمۃ نے کتاب الاعتقادیہ کے اندر امامت پر تفصیلات دینے کے بعد اختتام پر اپنے بیٹے سے یوں مخاطب ہیں۔ بیٹے! مجھے تیری حساس ذہانت پر مکمل اعتماد ہے تو سوچ بچار کر گزشتہ اور باقی ماندہ آئمہ کرام کی خوب پہچان کر اور بڑی کامرانی سے ہمکنار ہو جا۔ اُن کا اشارہ ان ہی آئمہ کرام علیہم السلام کی طرف ہے کتاب سلسلۃ الذہب میں ہے کہ یہ اضافی امام ہر معاملہ میں جہاد ہو یا شوکت، سیاست ہو یا ریاضت اور عمر وغیرہ میں امام حقیقی سے نصف ہے۔

وجوبِ امامت

عام طور پر سوال کیا جاتا ہے کہ کیا امامت کا قیام کوئی واجبی چیز ہے؟ سابقہ سطور میں ہم اس کی وضاحت عقیدہ امامت کے عنوان کی ذیل میں کی ہے۔ اور شاہ سید محمد نوربخشؒ کے روشن نظریات کو مندرج کئے ہیں۔ لیکن پھر بھی امامت کے وجوب کا مسئلہ دینِ اسلام میں معروف اور مشہور ہے۔ جس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ نبوت و رسالت کا لازم و ملزوم کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اس کا صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند باتوں پر آزمایا تو انہوں نے اُن کو پورا کر دکھایا۔ تو اللہ کا ارشاد یوں ہوا۔ انی جاعلک للناس اماماً۔ اے ابراہیم میں تجھے لوگوں کے واسطے امام بنانا چاہتا ہوں۔ تو ابراہیم نے عرض کیا۔ ومن ذریتی۔ میری اولاد میں سے بھی تو اللہ کا فرمان ہے کہ (ٹھیک ہے امامت تا ابد جاری رہے گی مگر یہ کہ) میرا عہد ظالموں کو نہیں ملے گا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام معنوی انداز میں اس بات کا خوب مشاہدہ کر رہے تھے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور اس کا لازم ---۔ امامت جاری وساری رہے گی۔ اور یہ منصب تا قیامت لوگوں کو بخوبی طور پر ماننا پڑے گا۔ چنانچہ امامت ابراہیمی امامت نبوت تھی۔ مگر جو امامت تا ابد رہنے والی ہے وہ امامت نبوت کی نیابت ہے ہمیشہ رہے گی جس کی آرزو کا حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کے لئے اظہار فرمایا۔ پس وجہ ہے قدیم عرفاء اسلام نے بھی امامت کی۔ وجوبیت پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ محی الدین و السنۃ محدث اعظم حضرت امام الموحدین دینِ عربی قدس سرہ

اپنی مشہور تالیف فتوحات مکیہ کے فصل رابع فی معرفتہ التخلیص۔۔۔ میں لکھا ہے۔ ثم قال اقامۃ الدین ھو المطلوب ولا یصح الا بالامام فاتخاذ الامام واجب فی کل زمانِ۔

ترجمہ:۔ پھر کہا کہ اقامت دین مطلوب ہے اور یہ بغیر امام کے درست نہیں۔ پس ہر زمانے میں اتخاذ امام واجب ہے یعنی امام کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

پھر انہوں نے امام کی شرائط کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ جب امامت کی شرائط پوری ہوگئی اور انعقاد بیعت درست ہوگیا اور دنیا کو اس عہد کا پورا کرنا لازمی ہوگا۔ ایسے میں شاہ سید محمد نور بخشؒ نے امامت پر اعتقاد رکھنا واجب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیتہ۔

ترجمہ: جس نے اپنے وقت کے امام کو نہیں پہچانا۔ تو یقیناً وہ جاہل کی سی موت مرا۔ حدیث میں آتا ہے۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔ کسی قوم میں شیخ کی حیثیت اتنی ہے جتنی کسی نبی امت میں ایک نبی کی ہوتی ہے اور یہ بھی فرمان ہے کہ مَنْ لَمْ یَجِدْ مُصلحاً لَمْ یُفْلِحْ۔ جس نے کسی حقیقی مُربّی کو نہیں پایا تو اسے نجات حاصل نہیں ہوئی۔

(رسالہ تلویحات (قلمی) شاہ سیدؒ)

ارکانِ امامت

امامت کے ارکان اور شرائط پر حضرت محی الدین ابن عربی نے بھی قلم اٹھایا ہے۔ مگر یہاں ہم حضرت شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ کی کتاب رسالہ الھدیٰ سے امامت کے ارکان کو مندرج کرتے ہیں جو کہ اول الذکر ولی کامل کے مظہرات سے زیادہ عام فہم ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ان ارکان الامامۃ عند الاولیاء المحققین اربعۃ.

العلم، والولایۃ و السیادۃ و المملکۃ.ولا یوجد امام بعد علی کانت امامۃ بالارکان الاربعۃ فان سائر ائمہ اھل البیت کانت امامتھم بثلاثۃ ارکان، العلم، والولایۃ و السیادۃ.لان الملک لم یتیسر بعد علی لاحد من الائمۃ الاثنی عشر و بتلک الارکان الثلاثۃ ایضا کانو الفائقین علی سائر الاولیاء و العلماء.

بلاشبہ محققین اولیاء کرام کے نزدیک امامت کے چار ارکان ہیں۔

(1) علم، (2) ولایت، (3) سیادت، (4) مملکت

علیؑ کے بعد کوئی بھی امام ان چاروں ارکان کا حامل نہیں پایا گیا۔ اور بیشک آئمہ اہلبیت سب کی امامت صرف تین ارکان کی حامل ہے۔

(1) علم، (2) ولایت، (3) سیادت،

کیونکہ مملکت (حکمرانی) بارہ آئمہ میں سے کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ اور وہ اُن تین ہی ارکان کے حامل ہوئے۔ تمام اولیاء اور علماء پر لائق فائق ہوئے ہیں۔ کمال علم، ولایت صریحہ، صحیح سیادت اور مملکت فسیحہ جن شرائط کا تذکرہ آپ نے اصول اعتقادیہ میں بھی فرمایا ہے۔

ایک شبہہ کا ازالہ

امامت کے وجوب کی بحث سے عام لوگ یہ زعم کا شکار ہے کہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ پر بھی امامیہ کا اطلاق ہوتا

ہے۔ جبکہ یہ لفظ ایک مخصوص نظریاتی مسلک کا نام ہے۔ جس میں تقلیدِ شخص کا ہونا ضروری ہے۔ اور لفظ امامیہ عام طور پر ایک فرقہ ہے جو بارہ اماموں کے سوا صاحب ولایت کسی کو نہیں مانتا۔ اُن کے ہاں وقت کے مجتہدی کی تقلید کو ماننے کے ساتھ ساتھ وہی حجۃ اللہ بھی ہے۔ اُن کے اصولی اور فروعی مسائل دیگر سے جداگانہ ہیں۔

مندرجہ بالا مختصر تعارف کے بعد لفظ امام کے معانی و مطالب کی طرف توجہ مبذول کرائیں گے پھر اس کے بعد لفظ امامیہ اور صوفیہ کے مابین مبینہ تفاوت کا تذکرہ بھی کریں گے۔ تا کہ مذکورہ بالا شبہ کا صحیح معنی میں ازالہ ہو سکے۔

امام کے معنی و مطالب

مضمون کی تفہیمی ضرورت کے پیش نظر ہم جہاں امام کے معانی و مطالب مندرج کرتے ہیں اور عام طور پر عربی، فارسی اور اُردو زبان کی لغات کی کتابوں میں پائے جانے والے معانی بعض لغوی ہیں اور بعض اصطلاحی مگر قرآن مجید میں بھی پیشوا، کتاب، اعمال نامہ، رہنما، نماز پڑھانے والا، لیڈر، رہبر، راستہ، پگڈنڈی، شاہراہ، بادشاہ، سردار، حاکم، ماہر فن، پیران پیر، سربراہ اور تسبیح کے دانوں کے سرے والا لمبا دانہ نیز بعض دفعہ کشتی کے اگلے حصہ پر بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ لغتِ عرب کوئی تنگ دامنی کا نام نہیں اس زبان کی وسعت و فصاحت نیز بلاغت دنیا کی زبانوں پر فائق اور ممتاز ہے۔

لفظ ''امامیہ'' مذہب کا نام بنانے کے لئے مخصوص انداز اور تخصیص کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت رہتی ہے جو کہ صوفیہ نوربخشیہ کے نام کے ساتھ کبھی جز دان نہیں بنا سکتے ہیں۔ یہ نام اسی مسلک کے قابل قدر اور قابل تقلید بزرگوں نے بلا ترمیم و اضافہ کے قبول کیا ہے۔ جسے آج کسی نئی رنگ ریزی یا جدید نرسری کی پیوند کاری کی ضرورت نہیں رہتی۔ چودہ کلمات مقدسہ میں ہر فرد نوربخشی اسی نام کو خوش اسلوبی اور نیک نیتی کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی عقیدہ اور ارادت کو بحال رکھنا نہایت قرینِ انصاف ہونے کے ساتھ ساتھ نوربخشی مسلک کے علیحدہ وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس نام کی اپنی تاریخ اور اپنی شناخت اور مخصوص امتیازی پہلو ہے جو عالم اسلام کے دیگر مذاہب سے نمایاں اور ممتاز بنایا ہے اور ''صوفیہ نوربخشیہ کی قدامت اور معنویت'' کے لئے ضروری ہے۔

تاریخ اسلام کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نئی چیز ہے۔ جسے بعض نے اپنے آئمہ کرامؑ کے ساتھ ارادت کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے اختیار کیا یا کوئی سیاسی عمل دخل ہے کیونکہ شیعہ امامیہ کے مختلف فرقے پائے جاتے ہیں اُن سب کے لئے یہ نکتہ اتحاد ہو۔ یہی وجہ ہے سادہ لوح اہلِ صوفیہ نوربخشیہ کو بھی لفظ امامیہ کی پیوندکاری کا مشورہ دے کر بعد میں ہزاروں کی تعداد میں رائٹ ٹرن کرا دیئے اُن کی یہ حکمتِ عملی اب بھی جاری ہے اور ہمارے چند مفاد پرست عناصر ان کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ قواعد کے اعتبار سے امام واحد ہے۔ امامیہ ایک ہی امام کو ماننے والے ٹھہرتے ہیں جب کہ صوفیہ نوربخشیہ تمام آئمہ کو حسب مراتب امام مانتے ہیں اور ان سب کی ولایت کے علاوہ تمام اولیاء کی ولایت پر عقیدت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اہل صوفیہ نوربخشیہ سلسلہ ذہب کے تمام بزرگانِ دین کو ولایت کا درجہ دیتے ہیں۔

''صوفیہ نوربخشیہ'' نام کی تاریخی حیثیت

تصوف کے موضوع پر لکھنے والے اکثر علماء شیعہ امامیہ اور علماء اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ صوفیہ اسلامی تصوف وعرفان کے اپنانے والوں کا نام اور مسلکی روش کا لقب ہے۔ جو طریق سنت نبوی کے حامل اطاعات، عبادات، اذکار، اوراد، عزلت وخلوت، ریاضت و مجاہدہ اور اہل دنیا سے رغبت نہ رکھنے والوں کا مخصوص علم ہے اور صوفیہ کو اہل صفہ سے نسبت کا شرف حاصل ہے۔ کیونکہ وہ حضرات دنیا کے حقائق سے اپنے آپ کو آزاد کر کے دن رات ذکر الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی میں سرگرم رکھتے تھے۔ اور فقر درویشی کی زندگی بسر کرنے والے بھی صرف رضائے الٰہی کے حصول میں شب وروز سرگرداں رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں اصحاب صفہ سے خصوصی نسبت ہے اسی لئے انہیں صوفی یا صوفیہ کہا جاتا ہے۔

مشہور شیعہ عارف وسیاح زین العابدین شیروانی لکھتے ہیں کہ ابن نام قبل از سند دویست ہجری بر ایشان اطلاق شد بروایتی بعد از سال از ہجرت بود اما آنچہ معلوم میشود آنست کہ ایں طائفہ درزمان حضرت رسولؐ و زوج بتول بایں اسم موسوم بود۔ (بستان السیاحہ گلشن چہاردہم صفحہ نمبر 338)

صوفیہ کا نام ہجرت سے دو سو سال پہلے اصفیا پر اطلاق ہوتا رہا ایک روایت سے ہجرت سے ایک سال بعد لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ یہ گروہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہر بتول حضرت علیؑ کے زمانہ سے اسی نام سے موسوم ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے رقم کیا ہے کہ جملہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں صحابہ کی ایک جماعت سکونت پذیر تھی۔ عبادت پر آمادہ، تارک دنیا اور زندگی کے کاروبار سے منقطع باری تعالیٰ نے ان کی خاطر آپ کو عتاب کیا۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ (سورۃ الانعام، آیت نمبر 52)

دور مت کر ان لوگوں کو جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کے امن کے طلبگار ہیں۔ ان کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ بعض کبھی کبھی کسب معیشت میں بھی مشغول ہوئے۔ مگر مرتبہ سب کا ایک ہے۔

☆☆☆

معروف صوفی بزرگ حضرت میر عارفؒ

سید ناصر حسین میر، ناظم خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ سینو

اللھم صل علیٰ محمدٍ. امّا بعد!

اطوار سبعۂ قلبیہ، انوار متنوعہ غیبیہ اسرار متلونہ غیبیہ میں سیر وسلوک کرنے والے کہلائے۔ زمانہ حضرت میر دانیال دانا ابن میر حسن رہنما۔ ایران میں امیر البحر ملک قاسم کی یورش کے بعد گنج الاولیاء شہر لاہور سے تاجکستان کولاب وُرود فرما گئے۔ کیونکہ اُس وقت ولایت تاجکستان لاکھوں تعداد کی نور بخشی معتقدین سے بھری ہوئی تھی جس کی تصدیق ملا قاسم لکھنوی نے تاریخ فرشتہ میں کی ہے اور انہی ایام میں ادھر

کھاچول میں نور بخشی پیروکاروں کو خس وخشاک کی طرح قتل عام کر دیا۔ جس کی تصدیق ابوالفضل اور فیضی نے کی ہے۔

البتہ ذوجلہ سے تبت کی طرف نور بخشی پیروکاران درجات عالیہ، مکاشفات کاملہ، مشاہدات اسرار الٰہیہ، معانیات کلیہ تجلیات ذاتیہ سے سرفراز حضرت میر شمس الدین عراقی بت شکن 1840ھ تک بغیر کسی حوادث زمانہ کے اپنے مسلک پر گامزن رہے۔ حضرت میر دانیال دانا کے فرزند اکبر حضرت میر ابوسعید سُعدا اور میر حضرت شمس الدین ثالث نے ملک قاسم کے بعد کی حالت کا جائزہ لینے کے لئے دو معتبر عالم الدین میر ناصر طوسی اور حضرت میر علی طوسی کو چینی ترکستان کے راستے براہ یارقن تبت خورد روانہ کئے اور مسمیان مذکور مذکورہ راستوں سے ہوتے ہوئے موضع تھگس پہنچے۔ جہاں دونوں نے جانگری مسجد کی سنگِ بنیاد رکھی۔ جس کے صدر دروازے پر یہ عبارت تحریر فرمائی۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیمُ... الخ تحریر فرمائی۔

تاریخ غیب۔ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ یہ تعمیر بعدے بیگو ابراہیم 1012ھ بمطابق 603 کی ہے۔ بحوالہ تاریخ جموں موضع تھگس سے یہ دونوں صوفی بزرگ تلقین اسلام کرتے ہوئے اور مساجد جامع بناتے ہوئے شگر پہنچے اس علاقے میں انہوں نے شاہ سید محمد نور بخش کے مسلک کو خوب ترقی دی اور کچھ عرصہ بمقام چھوترون اور داسونیل میں مقیم رہے۔ بعد ازاں میر علی ملک اسکردو میں اشاعتِ مذہب نوربخشیہ کرتا رہا۔ اور بالآخر کواردو میں اقامت پذیر ہوئے اور یہیں واصل بحق ہوئے ان کا مزار اقدس اس وقت اس جگہ موجود ہے جہاں مرجع خواص عوام ہے۔

جبکہ میر ناصر طوسی براہ نالہ ہنزہ سے ہوتے ہوئے پھر دوبارہ چینی ترکستان واپس تشریف لے گئے۔ وہاں میر شمس الدین ثالث اور میر ابوسعید سُعدا کو تبت خورد کے مذہبی حالت سے آگاہ فرما کر برائے تبلیغ دین و رہبری مذہب نور بخشیہ دونوں بھائی کو تبت میں نور حق پھیلانے کا مشورہ دیا۔

میر موصوفان نے سید ناصر طوسی کو تاجکستان میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے خود ایران صغیر تشریف لائے اور وہاں کچھ عرصہ اقامت پذیر ہونے کے بعد براہ کرتخشہ میر عارف اپنے شاگرد ملا زیرک اور اپنے دونوں بھتیجے میر اور حضرت میر مختار اخیار اور میر یحیٰی معصوم کو لے کر حضرت میر محمود طوسی کی درخواست پر بلتستان تشریف لائے۔ حضرت سید محمد طوسی جناب سید علی طوسی کے بڑے فرزندِ ارجمند تھے جبکہ میر سید علی طوسی اور میر ناصر طوسی کے مذہب کے بارے میں تاریخ جموں و کشمیر کے مصنفؔ نے انہیں نور بخشی مبلغ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت میر شمس الدین عراقی بت شکن کے مزار اقدس کو ان کے حریفوں نے خانقاہ زیڈی بل کے ساتھ مکمل طور پر منہدم کرنے کا جب ارادہ کیا تو حضرت میر عراقی نے اپنے انتہائی مخلص اور قریبی مُرید خاص ملک موسیٰ کو عالم خواب میں اس خطرے سے آگاہ کیا اور لاش اطہر کو فوری طور پر وہاں سے نکالنے اور دوسری جگہ مدفون کرنے کا اشارہ دیا۔ اس خوابی اشارے پر ان کے مُرید خاص نے فوری طور پر راتوں رات انتہائی احتیاط کے ساتھ اس کام کو مکمل کیا۔ چند دنوں کے بعد آکر آستانہ عالیہ کو مکمل طور پر مسمار کر کے ختم کر دیا۔ بعد میں پھر آستانے کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ حضرت میر عارفؒ اپنے بھائی کے ہمراہ جب یہاں زیارت کے لئے تشریف لائے تو آپ نے پہنچتے ہی وہاں کے لوگوں سے فرمایا۔ آپ لوگوں کا ایمان ہے کہ

زیارت حضرت میر عراقی کی جسد خاکی یہاں مدفون ہیں لیکن میرے علم کے مطابق اس وقت تو وہ یہاں مدفون نہیں ہے۔ البتہ کچھ عرصہ کے لئے یہاں ان کی لاش مبارکہ کو رکھا گیا تھا۔

حضرت میر شمس الدین ثالث کے اس انکشاف سے لوگ حیرت میں پڑ گئے۔ آپ کے معتقدین کو اس انکشاف پر مکمل یقین ہوا۔ جب آپ جنڈیانوالہ باغ پہنچے تو ایک جگہ پر آپ اچانک اونچی آواز کے ساتھ رو پڑے استفسار کرنے پر آپ نے فرمایا۔ مجھے اپنے مرشد حقیقی حضرت میر عراقی کی بو اطہر آ رہی ہے آپ نے اس جگہ کی نشاندہی فرمائی اور کہتے ہیں جب لوگوں نے کھود کر دیکھا تو واقعی آپ کا جسدِ خاکی تروتازہ حالت میں پاک خوشبو سے معطر تھی۔ اس موقع پر لوگوں نے آپ کو شماں میر عارف است کہا اس کے بعد آپ کا اسم گرامی میر عارف مشہور و مقبول ہوا۔ بلتستان پہنچ کر حضرت میر عارف نے اپنے بھائی کے دونوں فرزند ارجمند حضرت میر مختار اخیار اور میر یحییٰ معصوم کو برائے تذکیۂ نفس، چشم بصیرت علم یقین۔ عین الیقین، حق الیقین کے سُرمۂ جواہر سے منور کرنے کے لئے آفتاب مصطفوی اور انوار مرتضوی کے روشن چراغ حضرت میر محمود طوسی کے سپرد فرما گئے اور خود حضرت میر عارف مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے راجہ رحیم خان کی دعوت پر ولایت خپلو پہنچے اور ان کے مشورے پر یہاں سے ہمراہ تقریباً سو نفر روانہ ہو کر موضع تھگس میں اقامت پذیر ہوئے یہاں پر آپ نے شادی فرمائی جس کے نتیجے میں ایک بیٹا ہوا جس کا نام میر آراہ تھا۔ ان کا یہ فرزند کچھ نامعلوم وجوہات کی بنا پر سرمو آ کر آباد ہوئے اور یہاں سے ان کی ایک اولاد بحیثیت میر واعظ چھوربٹ لے گئے جن کا سلسلہ نسب اب بھی علاقہ چھوربٹ کومیک میں آباد ہے اور دوسری اولاد اب تک موضع سرمو میں آباد رہے۔ یہاں سے سید محمد حسین جو دوسری اولاد کا آخری بیٹا تھا جس کا ذکر بندوبست اول میں صاف کیا ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ ملا پشاوری یہی سید محمد حسین تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت میر محمود کے واصل بحق ہونے کے بعد حضرت میر مختار اختیار اور حضرت میر یحییٰ معصوم شگر اقامت پذیر ہوئے لیکن میر مختار اخیار چند وجوہات کی بنا پر انہوں نے اپنی سکونت کریس میں اختیار فرمائی جہاں آپ نے 1122ھ میں خانقاہ معلی نوربخشیہ کریس اور 1124ھ میں خانقاہ نوربخشیہ خپلو بالا کی سنگ بنیاد رکھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت میر مختار اخیار کے کل آٹھ فرزند ارجمند تھے جن میں سے دو ایک کا نام سید عبداللہ جبکہ دوسرے کا نام سید محمد باقر معصومین کے نام سے شگر میں مدفون ہیں۔ باقی چھے بیٹوں میں جلال الدین معصوم، میر اسحاق، میر محمد، میر ابراہیم، میر احمد المعروف، میر عبداللہ اور میر علی رضا ہیں میر علی رضا کا آستانہ عالیہ سرمک میں میر احمد کا، میں میر ابراہیم کا سکردو میں، میر محمد کا خپلو بالا میں جبکہ حضرت میر اسحٰق جو خانہ داماد میر عارف بنا کر تھگس آئے تھے۔ ان کا مقام اہلِ تھگس میں موجود خواص عوام کا مرجع ہے۔ جس کا موجودہ خانقاہ معلی جہاں آج ہم یہ کانفرنس منعقد کر رہے ہیں۔ یہ حضرت میر عارف کی یادگار عظیمہ کی ایک شاہکار ہے جبکہ خانقاہ معلی نوربخشیہ سینو حضرت میر اسحٰق کی یادگار مبارکہ ہے حضرت میر اسحاق کے دست مبارک سے لکھی ہوئی ایک کتاب روضۃ الشہدا مصنفہ ملا حسین واعظی کاشفی ہمارے پاس موجود ہے جو کہ 1126ھ کی لکھی ہوئی

ہے۔ جناب سید علی غورسے کے تحقیق کے مطابق حضرت میر عارف کے بیٹے میر آراہ کی دو بیٹیاں، مہر نساء و فاطمہ تھیں۔ مہر نساء کا عقد حضرت میر مختار کے فرزند ارجمند حضرت میر اسحٰق سے ہوئی۔ جب فاطمہ کا عقد میر یحیٰی کے بیٹے میر قطب الدین سے ہوا۔ موجودہ شگر کے عنیوی خاندان کے تمام سادات عظام اسی خاتون کی اولاد ہیں۔ جب کہ خاندان میر اسحٰق کے ذریعے سے تھگس کے سادات عظام اور چھوربٹ کے سادات کرام ماسوائے کومیک کے سادات میر عارف کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب کہ میر اسحٰق کے بیٹے جو علاقہ چھوربٹ میں بحیثیت میر واعظ لے گئے وہ میر نعیم تھے۔ مچلو کے مشہور صوفی بزرگ بوانور علی کو روحانی فیض ان کی قبر اقدس سے ملتا تھا۔ حضرت میر عارف کا سلسلہ عالیہ 32 پشتوں کے بعد حضور پُرنور سے جاملتا ہے۔ موجودہ تھگس کے سادات عظام کا سلسلہ ان سے 9 پشتوں سے جاملتا ہے۔ اب بھی ان کے معتقدین کا دُور دراز علاقوں سے اس روحانی پیشوا کے روضۂ اقدس سے فیض یاب ہونے اور اپنی تمام تر مُرادیں پوری کرنے کے لئے شب و روز سال بھر تانتا باندھتا رہتا ہے۔

آخر میں میری دعا ہے کہ ہم سب کو اس عظیم صوفی بزرگ کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کا حقیقی معاون اور سچا مسلمان ہونے کا توفیق رفیق عطا فرمائیں۔ (آمین) بجَاہِ... ربُّ العَالمیِن.

سالکِ راہ نجات اہل حق:۔ اہل حق را پیر و رہبر میر عارف است۔ السید الناصر الحسین ابن السید مرزا خطیب و امام جمعہ والجماعت خانقاہ معلی نوربخشیہ سینو۔

☆☆☆

حق و باطل کا ناقابلِ فراموش واقعہ کربلا

جی۔ ایچ۔ معروفی

تاریخ اسلام نے اسلامی سنہ ہجری جس کا پہلا مہینہ محرم ہے کربلا کے ریگستان میں حق و باطل کے درمیان جس شدید کش مکش اور زبردست صبر آزمائی کا نمونہ پیش کیا اس جیسی کوئی دوسری مثال نظر نہیں آتی۔

تاریخ عالم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ چراغ مصطفویؐ و شرار بولہبی کی یہ کشمکش ازل سے جاری ہے اور اس کا مظاہرہ مختلف اوقات میں مختلف شکلوں اور مختلف رنگوں میں سامنے آتے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ، نمرود اور حضرت موسیٰؑ، فرعون سے نبرد آزما ہوئے تو بھی یہی آویزش کارفرما تھی اور خانوادہ نبوی امام عالی مقامؑ کی قیادت و سیادت میں یزیدی آمریت کے خلاف کربلا کی بے آب و گیاہ وادی میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہا تھا۔

کربلا میں سید الشہداء حضرت امام حسینؑ اور ان کا ساتھ دینے والے 72 نفوس قدسیہ کے خون سے لکھی جانے والی داستان کو بھلا دینا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ بلاشبہ اس میں ایک ایسی جاذبیت موجود ہے کہ ماہ و سال کی گردشیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اب تک اس میں پائی جانے والی حیران کن تازگی بتاتی ہے کہ امام عالی

مقاصد کی جدوجہد ظلم وجبر کے خلاف مزاحمت کرنے والی قوتوں کے لئے ایک ایسا مینارۂ نور بن گئی ہے۔ جس کی روشنی کرۂ ارض کے ہر گوشے میں آزادی کے پروانوں کی ہمیشہ رہنمائی و رہبری کرتی رہے گی۔

یزید کسی بھی قیمت پر حضرت امام حسینؓ کو بیعت کے سلسلے میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ حضرت امام حسینؓ کی عظمت کے پیش نظر یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر ساری دنیا انکی بیعت کرے، لیکن جب تک حضرت امام حسینؓ بیعت نہیں کرتے، اس وقت تک اس کی حکومت تسلیم شدہ نہیں سمجھی جائے گی اور اس کی مملکت کو قانونی حیثیت نہیں حاصل ہوگی۔

آپؓ نے یزید کے سوال بیعت کو ٹھکرا دیا۔ اس کی مخالفت میں آواز بلند کی۔ جب باطل کا مطالبہ پورا نہیں ہوا اور اس کے سارے منصوبے خاک میں ملنے لگے، تو پھر وہ حق کے خلاف اپنی طاقتوں کا استعمال کرنے لگا اور یزید نے فرزند رسولؐ پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑنے شروع کر دے۔

یزید باطل کا رہنما بن کر سامنے آیا اور حسین ابن علی حق کے رہنما بن کر سامنے آئے۔ کربلا کے دشت میں صف آرائی ہوئی۔ حسینؓ انکار بیعت پر اٹل تھے۔ یزید خوں ریزی پر آمادہ تھا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اگر ہم فرزند رسول کو قتل بھی کر دیں گے، تب بھی بات ان ہی کی باقی رہے گی۔ حقیقی کامیابی انہیں نصیب ہوگی۔ ہمیشہ کے لئے سر ان ہی کا بلند رہے گا، کیوں کہ ظلم وجارحیت کے ذریعے حسینؓ کے بھرے گھر کو تباہ تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کے عزم وارادے کی دنیا کو تاراج نہیں کیا جا سکتا۔ تلواریں ان کے سر کو تن سے جدا تو کر سکتی ہیں، طاغونیت کے سامنے اسے کبھی جھکایا نہیں جا سکتا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق باطل کے مقابلے میں ہمیشہ سربلند وکامیاب رہے گا۔ لیکن باطل اس کے سامنے سرنگوں اور ناکام رہے گا۔ حق کو ہمیشہ کے لئے فتح وغلبہ حاصل ہو جائے گا۔ لیکن باطل کو حق کے مقابلے میں دائمی شکست اور پسپائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ حقیقت میں یہی ہوا۔

آپ کے ساتھ ایک چھوٹا سا قافلہ تھا۔ جو دھوپ کی شدت میں دور دراز سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا کربلا کے ریگ زار میں آیا تھا اور فرات کے کنارے پناہ گزین ہوا تھا۔ اس کے برخلاف اہل عالم کی نظریں باطل کو انتہائی کثیر تعداد میں دیکھ رہی تھیں۔ جس کے پاس فوج کی کمی تھی نہ ہتھیاروں کی قلت، جس کو تخت وتاج کی حمایت بھی حاصل تھی اور دولت وثروت کی طاقت بھی۔ باطل نے ہر طرف سے حق کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ اس کے شمشیر بکف سپاہیوں اور اسلحہ بدست فوجیوں نے حق کے خیمے فرات کے کنارے سے ہٹا دیے اور اس کے جاں بازوں پر پانی بھی بند کر دیا تاکہ ہر اعتبار سے حق کے اس پر جلد سے جلد غلبہ حاصل کر کے ہستی سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔

مدینہ چھوڑتے وقت اپنے بھائی محمد حنفیہؓ سے خطاب فرمایا۔ ''خدا بہتر جانتا ہے کہ میرا قیام نہ کسی فائدے کی لالچ میں ہے نہ کسی غرور وتکبر کی بنیاد پر ہے، نہ میں سرزمین خدا پر فساد برپا کرنا چاہتا ہوں، نہ بندگان خدا پر ظلم کرنا چاہتا ہوں۔ میں

صرف اس لئے وطن چھوڑ کر نکل رہا ہوں کہ میں اپنے جد کی امت میں اصلاح چاہتا ہوں۔ مکے کو آپ نے جس حالات میں چھوڑا۔ حج کو عمرے سے بدلنا پڑا۔ اس کا حضرت کو بڑا صدمہ تھا۔ میدانِ کربلا میں فوج یزید کو مخاطب کر کے آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ ''سنو میں پیغمبر اسلامؐ کا نواسہ، علیؓ و فاطمہؓ کا بیٹا ہوں۔ حضرت حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ میرے چچا تھا۔ میرے ہی لئے ''سید شباب اہل الجنۃ'' کہا گیا ہے۔ مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم مجھے کیوں قتل کر رہے ہو۔ کیا میں نے کوئی سنت بدل دی ہے۔ کوئی شریعت کا حکم بدل دیا ہے۔ تمہارا کوئی حق غصب کر لیا ہے۔ آخر میں نے کیا کیا ہے۔ (تاریخ طبری)

آپ عاشورہ کے روز ناقہ پر سوار ہوئے۔ قرآن اپنے سامنے رکھا پھر صفوف دشمن کے قریب آ کر بلند آواز سے ارشاد فرمایا۔ ''اے گروہ مردم، میری بات سنو، جلدی سے کام نہ لو، یہاں تک کہ مجھ پر جو تمہارا حق ہے۔ اس کے ماتحت تم کو نصیحت و ہدایت کا فرض ادا کروں اور تمہارے سامنے یہ حقیقتِ حال بیان کر دوں کہ میں تمہاری جانب کیوں آیا؟ اگر تم نے میرے بیان کو صحیح سمجھتے ہوئے تسلیم کر لیا اور میرے ساتھ انصاف سے کام لیا تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہو گی اور تمہیں معلوم ہو گا کہ میری مخالفت کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی اور اگر تم نے میرے بیان کو قبول نہیں کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو شوق سے مجتمع کراؤ اپنی طاقتوں کو اور اکٹھا کر لو جس جس کو چاہو۔ اپنے ہم خیالوں میں سے اور کوئی کوشش اٹھا نہ رکھو۔ پھر پوری طاقت سے بغیر ایک دم کی بھی مہلت دیئے ہوئے میرا خاتمہ کر دو۔ میرے لئے وہ پروردگار کافی ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور وہی اپنے نیک اعمال بندوں کا مددگار ہے۔'' (طبری)

نو محرم کی شب آپ نے اپنے تمام اصحاب و اقارب کو جمع فرمایا اور چراغ گل کر دیا۔ پھر وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا نور آج بھی ہر صاحب ایمان کے دل کو روشن کر رہا ہے۔ ''میں خداوندِ عالم کی بہترین ثناء کرتا ہوں اور ہر حالت میں اس کی حمد کو فریضہ جانتا ہوں۔ خدایا میں اس امر پر تیری حمد و ثناء کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں شرف نبوت سے ممتاز فرمایا اور ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دی اور دین کا انتہائی شعور عطا فرمایا اور ہمارے لئے کان، آنکھ اور دل معین فرما کر ہمیں شاکرین میں شمار فرمایا۔ لما بعد۔ اے میرے اصحاب میں سچ کہتا ہوں کہ میرے اصحاب سے زیادہ اور بہتر اصحاب ممکن نہیں اور میرے اہل بیت سے عمدہ اور لائق اہل بیت کا امکان نہیں۔ خدا تمہیں اے میرے اصحاب و اقربا جزائے خیر دے۔ مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے تمہیں اجازت دی ہے اور تم سب کے سب میری طرف سے آزاد ہو اور اس وقت رات کا پردہ حائل ہے۔ تم کسی طرف چپکے سے نکل جاؤ اور اپنی جان بچاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ قوم صرف میرا خون بہانا چاہتی ہے۔ جب یہ مجھے قتل کر لیں گے تو پھر کسی اور کی طرف رُخ بھی نہ کریں گے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر ان اصحاب کے حق میں دُعا فرمائی۔

☆☆☆

انٹرویو: جی۔ ایچ۔ معروفی

مولانا محمد انور تھلوی

جناب غلام حسین معروفی صاحب ایک فعال سماجی و مذہبی شخصیت ہیں اور گوناگوں نجی مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر ابتدا ہی سے نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے چیف آرگنائزر کی حیثیت سے صحافتی میدان میں طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ آپ اس وقت اسلام آباد میں مقیم ہیں اور ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ اس شمارہ میں کیوں نہ آپ کا انٹرویو شامل کیا جائے تاکہ قارئین کو پتہ چلے کہ آپ کون ہیں اور سماجی و مذہبی دنیا میں آپ کی کیا خدمات ہیں؟ چنانچہ اُن کے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت ہم نے اس مقصد کے لئے حاصل کیا۔ اس سلسلے میں پہلا سوال اُن کے تعارف سے متعلق ہے۔



س: سب سے پہلے آپ اپنا مکمل تعارف پیش کریں؟

ج: میرا اصلی نام غلام حسین معروفی ہے۔ تاہم لوگ مجھے معروفی کے نام سے جانتے ہیں۔ معروفی میرا تخلص ہے۔ جو کہ حضرت معروف کرخیؒ سے عقیدت و محبت کی بناہ پر اُن سے نسبت کی وجہ سے رکھا ہے میرا تعلق علاقہ سیاچن سلترو کے گاؤں صیت سے ہے۔ میرے والد صاحب اپنے زمانے میں اس محلّہ کی مسجد کے خطیب و پیش امام تھے۔ وہ تقسیم ہند سے قبل شملہ و منصوری کا دورہ کر کے آئے تھے اور دادا کا انتقال انڈیا میں ہوا تھا۔

س: ابتدائی تعلیم سے لے کر بعد کے مراحل پر کیا بتانا پسند کریں گے؟

ج: ابتدائی تعلیم تو میں نے اپنے آبائی گاؤں سلترو سیاچن میں سرکاری ایک مکتب سے شروع کی تھی۔ بعد ازاں 1968ء میں میرے والد صاحب نے مجھے اور بھائی نجم الدین (مرحوم) کو مڈل برم تھگس کے پرائمری سکول میں داخل کرایا اور میرے والد صاحب اُسی سال عید الاضحیٰ کے دن قربانی کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ 1971ء میں پرائمری پاس کی اور کلاس میں اوّل آیا۔ امتحان حشمت اللہ صاحب سابق ADI نے لیا تھا۔ تھگس میں سکول کی تعلیم کے دوران مرحوم سید محمد صاحب میر واعظ خانقاہ معلی تھگس کے پاس ابتدائی مذہبی تعلیم بھی حاصل کی۔ بعد ازاں مزید تعلیم کے حصول کے لئے کراچی چلا گیا۔

س: کراچی میں کتنے عرصہ تعلیم حاصل کی اور کہاں تک؟

ج: کراچی میں مختلف مدارس میں تین سال تک پڑھتا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ مروجہ تعلیم بھی جاری رکھی اور میٹرک مسلم پاپولر سکنڈری سکول ناظم آباد سے کی۔ اور F.A نیشنل کالج شہید ملت بہادر آباد سے کی۔ بعد ازاں ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے زیر اہتمام اسلامک سینٹر میں داخلہ لیا۔ یہاں کا ذریعہ تعلیم انگریزی اور عربی زبان میں ہوتا تھا اور طلباء یونین کے زیر اہتمام ہفتہ میں ایک دفعہ انگریزی اور عربی

زبان میں تقریری مقابلہ ہوتا تھا۔ جس سے عربی اور انگریزی بولنے میں کافی مدد ملی۔ اس سنٹر میں 95 فیصد طلباء غیر ملکی اور 5 فیصد پاکستانی ہوتے تھے۔ میں نے بی اے تک تعلیم حاصل کی ہے۔ تاہم فارسی ادب میں معروف کتابیں کریمہ، پندنامہ، گلستان اور بوستان تھگس میں اُستاد سید محمد صاحب (مرحوم) سے درس کے طور پر پڑھا ہے۔

س: غالباً آپ نے بلتستان میں ملازمت بھی کی ہے۔ اس سلسلے میں بتائیں؟

ج: جی ہاں میں نے تقریباً چھ ماہ سکول ٹیچر کی حیثیت سے تھگس مڈل سکول میں خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے بعد میں نے یہ نوکری چھوڑ دی اور واپس کراچی چلا گیا اور کراچی سٹیل ملز میں کچھ عرصہ کام کرتا رہا۔ 1984ء میں اسلام آباد آ کر وزارت قانون میں ملازمت اختیار کی۔ اس کے بعد مختلف منسٹریز میں کام کرتا رہا ہوں۔

س: کراچی میں تعلیم کے حصول کے علاوہ اور کیا مصروفیات رہیں اور اس وقت حالات کیا تھے؟

ج: جس وقت میں کراچی پہنچا اُس وقت بنگلہ دیش الگ ہو چکا تھا اور بنگالیوں کو زبردستی واپس بھیج رہے تھے تاہم پُر امن ماحول اور محبت و اخوت کا دور دورہ تھا اس وقت بلتی برادری کے لوگ زیادہ تر اے بی سینا لائن میں مقیم تھے اور یہ جگہ پکی آبادی کہلاتے تھے۔ بلتی طلباء اسکول اور کالجوں میں نہ ہونے کے برابر تھے۔ تاہم مدارس میں پڑھنے والے طلباء منتشر اور ایک دوسرے سے کم ہی واقف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جو طالب علم جس دینی ادارہ میں پڑھ کے فارغ ہوتے تھے وہ اسی کا ہو جاتا تھا۔ تاہم ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ کے وجود میں آنے کے بعد یہ طلباء ایک دوسرے سے واقف ہونے لگے اور رابطہ پیدا ہوا اور ہفتہ میں ایک دفعہ محمود آباد کراچی میں بوا محمد دین عرف آخوند غلام صاحب سلتروی کے گھر پر بعد از نماز جمعہ جمع ہو کر مختلف امور پر تبادلہ خیالات ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے طلباء دائیں بائیں دست برد سے محفوظ رہے۔ ایک دفعہ میں اے بی سینا لائن پہنچا اُس وقت علامہ محمد بشیر صاحب آخوند ابراہیم مرحوم (گیسو دراز) کے گھر میں فقہ احوط کا دوسری دفعہ ترجمہ کر رہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اصول اعتقادیہ کا بھی اُردو میں ترجمہ کرایا اور آخوند ابراہیم نے اپنے خرچہ پر شائع کیا۔ بہر حال علامہ صاحب نے عربی اور فارسی کتابوں کا ترجمہ کر کے قوم پر بڑا احسان کیا۔

س: سنا ہے آپ نے بزم طلباء بلتستان کی بنیاد ڈال کر جمعرات کو اجتماع کیا کرتا تھا؟

ج: جی ہاں! اس بزم کے زیر اہتمام طلباء کو بلتی زبان میں تقریر کرنے کی مہارت بھی حاصل ہوئی۔ اور ان طلباء کو فقہ اصول عقائد اور دعوات صوفیہ کے رُو سے خطاب کرنے کا پابند کیا گیا میں دوران طالب علمی ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ کا عہدیدار بھی رہا ہوں اور عرس شاہ سید کے موقع پر تقریری مقابلہ بھی ہوتا تھا اور مقررین شاہ سید کی تعلیمات پر مقالہ جات پیش کرتے تھے اور عوام کی بڑی تعداد اس موقع پر جمع ہوتی تھی۔ آج کل پتہ نہیں۔ محمود آباد کی مسجد کی انتظامیہ یہ یوم مناتے بھی ہیں کہ نہیں۔

س: آپ ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ کا رکن تھے تو اُس وقت کون انتظامیہ میں شامل تھے اور آپ کیوں کر اس میں شامل ہوئے؟

ج: جب میں رکن بنا تو اس وقت سید ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر صدر اور حاجی محمد علی شبیری صاحب ایڈوکیٹ جنرل سکریٹری تھے۔ اور میں نائب خزانچی تھا۔ ہم سے قبل مولانا

حیدر علی صاحب مجلوی صدر اور علامہ محمد بشیر صاحب جنرل سیکرٹری رہ چکے تھے۔ سید علی صاحب چھوربٹ والے صدر اور علامہ صاحب سیکریٹری تھے اُن کی دور میں فقہ احوط اور اصول اعتقادیہ شائع کر کے منظر عام پر لایا گیا۔ اس وقت ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ واحد منظم تنظیم تھی یہ نوربخشی طلباء کو جو کہ مختلف مدارس اور سکول و کالجوں میں زیر تعلیم تھے اُن کو منظم کر کے رکھا اور صوفیائے کرام کی تعلیمات کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا میں سمجھتا ہوں اس تنظیم نے طلباء کو دست برد سے بچانے اور سلسلہ تصوف کے بزرگان دین کی کتابوں کا اُردو ترجمہ کر کے تعلیم یافتہ طبقے تک پہنچایا جس کی وجہ سے بلتستان کی سطح پر دائیں بائیں جانے کا سلسلہ بند ہوا۔ جبکہ مذہبی قیادت کی جانب سے اس کے تدارک کے لئے کوئی حکمت عملی نہیں تھی اور نہ کوئی پلان ہوتا تھا۔

س: اُس وقت بلتستان میں مذہبی و سیاسی حالات کیا تھے؟

ج: اُس وقت بلتستان میں سیاسی حالات کا کیا پوچھنا۔ اس زمانے میں وہاں راجہ گیری کا نظام چل رہا تھا نہ اُس وقت لوگوں میں سیاسی شعور تھا اور نہ مذہبی آزادی تاہم لوگ غلامانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ عوام کو معاشی مسائل میں ڈالا ہوا تھا۔ راجاؤں کے ملازمین اور اُن کے نامزد کردہ اہلکار جو کہ ہر گاؤں میں نمبردار کے نام سے متعین کیا ہوا ہوتا تھا اُن کے آگے غریب اور سادہ عوام کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ تاہم مذہبی حالات پُرامن تھے۔ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ کوئی تنازعہ نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت کمیونیکیشن کا نظام انتہائی محدود تھا۔ لوگ 1969ء میں بھی سینکڑوں میل پیدل چلتے تھے۔ اور سکردو تک پیدل آتے جاتے تھے۔ تحصیل خپلو میں چھوربٹ سیکٹر میں فوج آنے کے بعد روڈ بنی۔ اس زمانے میں خپلو میں آٹھویں تک سکول کی تعلیم ہوتی تھی جو فارغ ہونے کے بعد راجہ صاحب کے منشی بن جاتے تھے۔ اور مذہبی طبقہ جن میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ شامل ہیں یہ لوگ فارسی پڑھ سکتے تھے۔ البتہ چند علماء عربی تعلیم میں مہارت رکھتے تھے۔ مگر لکھنا نہیں آتا تھا اور مروجہ تعلیم بھی مذہبی طبقہ میں بہت بعد میں رائج ہوئے۔

س: ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے آپ چیف آرگنائزر ہیں اس کے اجراء کے بارے میں قارئین کو کیا بتانا پسند کریں گے؟

ج: ماہنامہ نوائے صوفیہ کے اجراء مرحوم عبدالحکیم صاحب صدر انجمن محمدیہ کی خواہش پر نشر و اشاعت کے میدان میں پہلا سہ ماہی کے طور پر ایک مختصر پمفلٹ کی شکل میں انجمن کے زیر اہتمام شائع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ مرحوم عبدالحکیم صاحب صدر اور جنرل سیکریٹری فاچو محمد امین صاحب اور دیگر اراکین انجمن کا کہنا تھا کہ علامہ صاحب کو اسلام آباد لانے کا مقصد اشاعتی عمل کو پروان چڑھانا ہے لہذا اس پر عمل درآمد ہونا چاہئے۔ اس کے بعد چند میٹنگز ہونے کے بعد عمل درآمد شروع ہوا۔ علامہ صاحب نے اس پمفلٹ کے لئے بہت سارے نام دیئے تاہم نوائے صوفیہ کے نام کو سب نے پسند کیا اس کا پہلا شمارہ غالباً ڈاکٹر نعیم صاحب نے کتابت کی۔ اس کے بعد شمارہ نمبر 3 مرحوم انجینئر علی محمد صاحب سلینگ نے کتابت کی اور یہ لاہور سے شائع کیا۔ اس کے بعد سہ ماہی کے طور پر چند شمارے شائع ہوئے۔ بعد ازاں یہ خاص و عام میں بہت مقبول ہوئے جس کی بناء پر فیصلہ ہوا اسے حکومت سے باقاعدہ ڈیکلریشن لے کر ماہنامہ بنائی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ستمبر 1994ء کو یہ پمفلٹ ماہنامہ کے طور

پر صحافتیں دنیا میں نمودار ہوا اور اب تک بدستور جاری ہے۔

س: نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کب سے بنا اس سلسلے میں کیا فرمائیں گے؟

ج: نوائے صوفیہ کو بین الاقوامی شہرت ملنے اور قارئین کی جانب سے پذیرائی کی وجہ اس کا صحافتی معیار ہے۔ علامہ بشیر صاحب اور ڈاکٹر غازی نعیم صاحب یہ دونوں مسلمہ صحافی ہیں اُن کی قابلیت کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا اس کے علاوہ ادارہ نوائے صوفیہ کی بلا معاوضہ خدمات اور قلم کاروں کے تحقیقی مضامین اور دنیائے تصوف کی خبریں یہ سارے عوامل اس رسالہ کی شہرت کا باعث بنے اور بیرون ممالک میں اسے بہت پسند کیا جانے لگا خصوصاً انڈیا کے ڈیرادون، لداخ کارگل اور عرب ممالک میں بھی صوفی ازم کے حامی تعلیم یافتہ طبقہ نے تعریفی خطوط لکھ کر اپنا حصہ ڈالا جس کی وجہ سے ڈاکٹر نعیم صاحب نے اسے انٹرنیشنل کا درجہ دیا گیا اور نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے نام سے جاری ہے۔

س: نوائے صوفیہ کے اجراء سے صوفی ازم کو کیا کیا فائدہ ہوا؟

ج: صوفی ازم دراصل محبت، اخوت، انسان دوستی اور مذہبی رواداری کا نام ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت، حقیقت اور معرفتِ الٰہی کے لئے جستجو کرنے کا نام ہے۔ یہاں خانقاہی نظام ہوتا ہے جس میں ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ روحانی بزرگ کی نگرانی میں اعتکاف نشینی ہوتی ہے۔ نوائے صوفیہ کے صفحات انہی موضوعات سے مذین ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر کوئی اسے پسند کرتے ہیں۔ انڈیا میں مقیم اہل نوربخشیہ نے نوائے صوفیہ دیکھ کر سکون کا سانس لیا اور خوشی سے پھولے نہ سمائے اور بے شمار خطوط اُن کی طرف سے آئے ہیں۔ نوائے صوفیہ کو دیکھ کر اُن کا جذبہ ایمانی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ جس کی وجہ سے وہاں انجمنیں وجود میں آئیں۔ مدارس قائم ہوئے اور پاکستان سے علامہ بشیر صاحب کی ترجمہ کردہ کتابیں منگوا کر ان کو وہاں سے شائع کیا۔ بہرحال نوائے صوفیہ انٹرنیشنل ماہنامہ کی حیثیت سے شمارہ 97 میں داخل ہو چکا ہے انشاء اللہ 100 شمارہ مکمل ہونے پر گولڈن جوبلی منائیں گے اور صحافتی میدان میں یہ درخشاں ستارے کی مانند صوفی ازم کے لئے خدمات انجام دیتی رہے گی۔

س: شاہ ہمدان پبلیکیشنز کے نام سے غالباً دو کتابیں شائع ہوئیں اس کے بعد اب کیا صورت حال ہے؟

ج: جی ہاں! شاہ ہمدان پبلیکیشنز کے زیر اہتمام دو کتابیں منظر عام پر آئیں۔ اس کے بعد نہ کسی نے کوئی ترجمہ پیش کیا اور نہ کوئی تحقیقی کتاب اب تک ہمارے پاس آئی ہے جس کی وجہ سے اس پر کام فی الحال بند ہے۔

س: آپ انجمن محمدیہ بلتستانیہ اسلام آباد کے جنرل سکریٹری بھی رہ چکے ہیں اس دوران کی قابل ذکر خدمات پر کیا رائے دیں گے؟

ج: جی ہاں! میں تقریباً تین سال اس انجمن کا سکریٹری رہا ہوں اس دوران مجھ سے جو کچھ خدمات ہوسکیں وہ میں نے کیں۔ ہمارے کابینہ کے اراکین نے بہت اچھا کام کیا ہے ان تین سالوں کے دوران مسجد کے لئے ریکارڈ ترقیاتی کام ہوئے ہمارے دور میں مجلس عاملہ کے علاوہ سپریم کونسل کی باڈی بھی بنائی ہوئی تھی۔ جس کا سربراہ چیئرمین سپریم کونسل ہوتا تھا یہ لوگ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اہم سرکاری عہدوں پر کام کرنے والے معززین پر مشتمل ہوتے تھے یہ لوگ جنرل باڈی کے ممبران سے مل کر کابینہ کو مفید مشورہ دیتے تھے اور میٹنگ میں سارے شامل ہوتے تھے جس کی وجہ سے بہتر نظام

چلتا رہا ہماری کابینہ آنے سے قبل سارا نظام مفلوج ہو چکا تھا نہ آڈیٹر کا نظام تھا اور نہ سالانہ آمدن و اخراجات عوام کو سناتے تھے اور نہ انجمن کے اکاؤنٹ میں رقم جمع ہوتی تھی جس کی وجہ سے تمام علاقائی نمائندوں نے مجھے سیکرٹری بنایا تاکہ انجمن کے نظام کو درست کرسکوں اور مسجد کا ترقیاتی کام بھی تیز ہو۔ ہمارے تین سالہ دور میں جو بنیادی کام ہوئے اس کی جھلک کچھ اس طرح سے ہے۔

(1) ماہانہ میٹنگ کا انعقاد جس میں سپریم کونسل کے ممبران جنرل پارٹی کے ممبران اور مجلس عاملہ کے ممبران شریک ہوتے تھے۔

(2) اکاؤنٹس بک مینٹین کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی جانچ پڑتال کا نظام درست کیا گیا۔

(3) مذہبی تقریبات کے لئے ہونے والے آمدنی کا حساب کتاب ہوتا تھا۔

(4) سال میں ایک دفعہ آمدن واخراجات کا گوشوارہ عوام کو سنایا جاتا تھا۔

(5) انجمن کے نام پر بینک میں اکاؤنٹ کھولا گیا اور ریکارڈ ترقیاتی کام ہونے کے باوجود ساڑھے چھ لاکھ روپے بنک بیلنس تھا۔

(6) مسجد کے ساتھ ملحقہ کمروں سے وصولی کو یقینی بنانے کے لئے ایک ایک ذمہدار شخص کے نام پر الاٹمنٹ کا نظام بنایا اس میں کسی علاقہ کے لئے مختص نہیں تھا کیونکہ لوگ علاقہ کے نام پر کمرہ لے کر کرایہ نہیں دیتے تھے جس کی وجہ سے ذمہ داروں کے نام پر الاٹمنٹ کا نظام رائج کیا اور اس شخص سے حلف لیا گیا کہ وہ دیگر لوگوں سے کرایہ لے کر انجمن کو یہ رقم جمع کرائیں گے۔ یہ نظام جواب تک کامیابی سے جاری ہے ورنہ کرایہ دیئے بغیر بھاگ جاتے تھے۔

(7) میٹنگ کے انعقاد کے لئے ایک ہفتہ قبل اس کی اطلاع نوٹس بورڈ پر آویزاں کی جاتی تھی۔

(مذکورہ بالا تمام نظام ہمارے آنے سے قبل نہیں تھا) ہماری ٹیم کے آنے سے قبل سابقہ انتظامیہ اپنی نجی مصروفیات کی وجہ سے صلاح ومشورہ نہیں کرپاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بہت سے امور حل طلب تھے ان میں کمروں سے وصولیات کا نہ ہونا اور فنڈز کا اکاؤنٹ میں جمع نہ ہونا سرفہرست تھا۔ ان دونوں امور کو ہم نے آتے ہی حل کروایا تھا۔ اس کے علاوہ مسجد کی دیگر ترقیاتی کام ان تینوں سالوں میں بڑی تیزی سے ہوئی۔ ان کا مختصر ذکر کرتا ہوں۔

(1) مسجد کے رہائشی بلاک کے لئے دیوار تعمیر کی گئی جس کی وجہ سے اب مذہبی تقریبات میں دیگ پکانے کے لئے جگہ میسر ہوئی۔

(2) نیا الاٹ شدہ پلاٹ پر سنگ مرمر کا فرش لگایا گیا۔ سنگِ مرمر اور ٹائلیں میں نے محکمہ ڈاک والوں سے لایا۔

(3) وضو خانے اور چھ کمرے بنائے گئے جس میں برتنوں کے لئے سٹور شامل ہے۔

(4) پانی کی نئی موٹر لگائی گئی۔

(5) نیا لاؤڈ سپیکر لایا گیا۔

(6) میت کے غسل وکفن کے لئے مستقل انتظام کیا گیا۔

(7) پانچ وقت کی اذان کو یقینی بنانے اور مسجد کی صفائی کا انتظام درست کرنے کے لئے مؤذن کو تعینات کیا گیا۔

(8) سکول اور کالجوں میں پڑھنے والے طلباء کے لئے دو کمرے ہوسٹل کے طور پر مختص کیے گئے۔

(9) کمروں کے نادہندہ حضرات سے بقایاجات وصول کیا گیا اور ہر کمرہ کے لئے الگ الگ فائل بنائی گئی۔

(10) حسن اتفاق اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور غلام علی حیدری صاحب کی کوششوں سے ہمارے دور میں مسجد سے ملحقہ پلاٹ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ کی توسیع کے لئے الاٹ ہوا۔

(11) حسن اتفاق سے ہمارے دور میں مسجد کے لئے قالین اور گرمیوں میں ٹھنڈا پانی پینے کے لئے کولر عطیہ میں موصول ہوا۔

(12) میں نے اپنی ذاتی کوشش سے مسجد کے لئے مزید تقریباً چار مرلہ زمین پلاٹ کے جنوبی حصہ میں چار دیواری کر کے حاصل کیا گیا۔ جہاں اب میت کے لئے غسل وکفن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس میں مزید کمرے تعمیر کرنے کی کافی گنجائش ہے۔

(13) قالین صاف کرنے کے لئے کلینز لایا گیا۔

مذکورہ بالا ترقیاتی کام کے علاوہ سب سے اہم کام ہمارے دور میں اتفاق و اتحاد کو پروان چڑھانے کے لئے بلتستان کے تمام علاقوں کو انجمن میں نمائندگی دی اور مشاورت میں سب کو شامل کرتے تھے۔ تاکہ آپس میں محبت، اخوت اور بھائی چارے کو فروغ ملے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انجمن محمدیہ بلتستانیہ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد امن و محبت کا عملی نمونہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں مقیم لوگ غم اور خوشی میں سارے شامل ہوتے ہیں اور بھائیوں کی طرح رہتے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اتفاق واتحاد کو دوام بخشے۔ (آمین)

س: آپ کے انٹرویو سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر آپ نے مذہبی خدمات انجام دی ہیں۔ کیا سماجی خدمات بھی ہیں؟

ج: سماجی خدمات مذہبی خدمات سے زیادہ ہیں تاہم طوالت کے خوف سے مختصر کرتا ہوں۔ میں نے زیادہ تر طلباء کی رہنمائی کی ہے۔ کراچی میں اس وقت زیادہ سے زیادہ طلباء کو میں نے کالجوں میں داخلہ دلایا اور ذہین طلباء کو مروجہ تعلیم بھی ساتھ ساتھ پڑھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ آج یہ سارے طلباء بلتستان میں برسر روزگار ہیں، یہ لوگ جب مجھ سے ملتے ہیں تو اُن کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے علاقہ کے غریبوں اور بیوہ خواتین کے لئے اُس وقت کے وزیر اعظم سے مالی امداد دلوائی اور اپنے علاقہ کے لوگوں کے لئے راولپنڈی میں گیسٹ ہاؤس خریدا۔ اس کے بعد کراچی میں بھی کورنگی میں ایک گیسٹ ہاؤس خریدا ہے۔ یہ دونوں گیسٹ ہاؤسیز انجمن فلاح و بہبود سلترو سیاچن کے زیر اہتمام چل رہی ہے۔ جس کا میں اب بھی جنرل سیکرٹری ہوں۔

س: نوائے صوفیہ کے ذریعہ قارئین کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

ج: میرا پیغام عوام کے لئے یہ ہے کہ نوائے صوفیہ خرید کر پڑھیں اور اپنے دوستوں کو اسے پڑھنے کی ترغیب دیں تاکہ مذہبی معلومات حاصل ہوں جب تک اس دار فانی میں زندہ ہیں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، اخوت اور بھائی چارے کو فروغ دیتے رہے۔ علاقہ پرستی اور گروہ بندی جیسے لعنت سے اجتناب کریں اور مذہبی رواداری پر عمل پیرا رہیں تو زندگی آسان ہو جائے گی اور خوشی بھی میسر آئے گی۔ ورنہ زندگی مسائل کا شکار رہے گی اور ایک دوسرے سے منہ چراتے رہیں گے۔ زندگی خوشی سے گزارنا چاہتے ہیں تو ہر انسان سے پیار و محبت سے پیش آئیں تو خوشیاں ہی خوشیاں اور زندگی آسان ہوگی۔

☆☆☆

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت قارئین کے بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ سوال بھیجنے والے اپنا نام اور گاؤں کا تذکرہ ضرور کریں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی سوال کنندہ گمنام نہ ہو۔ اس دفعہ ایک سوال ایسا آیا ہے۔ جس کا سائل گمنام ہے۔ تاہم سوال عوام کے لئے نہایت اہم ہیں۔

لہٰذا ہم نے اُس سوال کا جواب بھی شائع کر دیا ہے۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے اُن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر 1: چوری کے پیسے اصل مالک کو واپس کرنے میں شرمندگی مانع ہے تو کیا چوری کے پیسے مالک کے نام پر مدرسہ، مسجد یا دیگر کارہائے خیر میں صرف کئے جا سکتے ہیں؟ (سائل ایک گمنام چور)

سوال نمبر 2: ایک شخص کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو دوسرا شخص استعمال کر سکتا ہے؟

سوال نمبر 3: جس گھر میں پالتو کتے رکھے گئے ہوں اُس گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

سوال نمبر 4: تارک صلوٰۃ اور پیشہ ور بدکار میں کون زیادہ بدانجام ہے جبکہ تارک صلوٰۃ صلوٰۃ صرف نماز جمعہ پڑھتا ہو اور پیشہ ور بدکار بلا ناغہ پنجگانہ نماز گزار ہو؟

سوال نمبر 5: اگر چار گواہ دستیاب نہ ہوں تو کیا زانی اور زانیہ دونوں سزا سے بچ جائیں گے؟

سوال نمبر 6: اگر کوئی شخص بدکاری کی جھوٹی داستانیں سناتے رہنے پر فخر کرتا ہے کیا اُسے سزا دی جا سکتی ہے؟

سوال نمبر 7: گاؤں سے باہر رہنے والے چرواہے کے لئے نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر 8: کیا کوئی ماں شیر خوار بچے کو پیٹھ پر اٹھا کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

سوال نمبر 9: اگر کوئی باوضو شخص غصے میں آ کر فحش گالی دے تو کیا اُس کا وضو برقرار رہے گا؟

سوال نمبر 10: کسی بچے کو گرنے سے بچانے کے لئے، کسی جانور کو ہلاکت خیزی سے بچانے کے لئے یا دو جھگڑالو آدمیوں کو قتل کی نوبت تک کے شدید ترین نقصانات سے بچانے کے لئے نماز کو توڑنا جائز ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر 11: کسی بھی سبب سے اگر آواز بالکل بیٹھ جائے مطلب یہ ہے کہ گلا بیٹھ جانے کی وجہ سے آواز بالکل نہ نکلتی ہو تو قراءت کا کیا بنے گا؟

سوال نمبر 12: انفرادی ادائیگی کرنے والا قراءت کو جھرا پڑھے گا یا سرًا؟

سوال نمبر 13: اگر کوئی نماز گزار بھولے سے پہلی رکعت ہی میں دعائے قنوت بھی پڑھ بیٹھے تو کیا اس کی نماز درست ہوگی؟

جوابات

جواب نمبر 1: بسم اللہ الرحمن الرحیمo مالک موجود ہو تو چوری کے پیسے اصل مالک کو واپس کرنا شرعاً واجب ہے۔ اگر مالک موجود نہ ہو تو اُسی کے وارث کو واپس کرنا واجب ہے۔ اس میں شرمندگی کوئی مانع چیز نہیں۔ مالک کو اس کے پیسے پہنچا دینے کے مختلف ذرائع موجود ہیں۔ آپ کسی نہ کسی ممکن صورت میں پیسے مالک یا اُس کے وارث کو پہنچا دیں۔ اگر مالک موجود نہ ہو اور اُس کا کوئی شرعی وارث بھی نہ ہو تو اُس صورت میں آپ چوری کے پیسے ہر کارِ خیر میں مالک کے نام پر شرعاً دے سکتے ہیں۔

جواب نمبر 2: بسم اللہ الرحمن الرحیمo جی ہاں! وضو سے بچے ہوئے پانی کو دوسرا شخص شرعاً استعمال کر سکتا ہے۔

جواب نمبر 3: بسم اللہ الرحمن الرحیمo جس گھر میں پالتو کتے ہوں۔ اُس گھر میں نماز پڑھنا شرعاً درست ہے۔ کیونکہ کتے کی رہائش گاہ الگ ہوتی ہے۔

جواب نمبر 4: بسم اللہ الرحمن الرحیمo اگر حقیقی معنوں میں تائب نہ ہو جائے تو دونوں بدانجام ہونے میں مساویانہ حیثیت کے مصداق ہیں۔ کیونکہ --- دونوں واجب قتل ٹھہرتے ہیں بشرطیکہ صحیح اسلامی حکومت قائم ہو۔

جواب نمبر 5: بسم اللہ الرحمن الرحیمo اگر چار عادل گواہ دستیاب نہ ہوں تو شرعاً عدم ثبوت کی وجہ سے دونوں دنیا میں تو سزا سے بچ جائیں گے۔ تاہم اخروی سزا سے بچنے کے لئے دونوں کا حقیقی توبہ گزار بن کر حقیقی توبہ گزاری کی حالت میں دنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔ ورنہ دونوں اخروی سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔

جواب نمبر 6: بسم اللہ الرحمن الرحیمo سزا دینے کا معاملہ بدکاری سرزد ہونے کا شرعی ثبوت مہیا ہونے پر ہی لاگو کرنا ہے۔ فخریہ انداز میں بدکاری کی رنگین جھوٹی کہانیاں سناتے پھرنے والا اسلامی معاشرے میں مشہور دروغ گو قرار پاتا ہے۔ اگر وہ ہر وقت ایسا رویہ اختیار کرتا رہتا ہو تو اُس پر شرعی قاضی کی طرف سے مناسب تعزیر عائد کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ حقیقی معنوں میں با اختیار شرعی عدالت قائم ہو۔

جواب نمبر 7: بسم اللہ الرحمن الرحیمo چرواہے پر نماز جمعہ شرعاً واجب نہیں۔ اُس کے لئے وقت نماز کی پابندی بھی نہایت دشوار صورت ہے۔ لہذا چرواہا نماز ظہر ادا کرے گا۔ جمعہ کی نماز سے چرواہا عموماً محروم ہی رہتا ہے۔ چرواہے کے لئے جمع بین الصلوتین بھی شرعاً روا ہے۔ خواہ وہ تقدیماً جمع کرے یا تاخیراً۔

جواب نمبر 8: بسم اللہ الرحمن الرحیمo بچہ سنبھالنے والا کوئی نہ ہو۔ اُسے سُلا کر رکھنے میں بھی دقت ہو تو ماں کو بھی جمع بین الصلوتین کی شرعاً سہولت حاصل ہے۔ وہ بچہ کو سُلا کر اطمینان کے ساتھ ظہرین کی نمازیں اور مغربین کی نمازیں ادا کرے۔ بچے کو پیٹھ پر اٹھانے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اگر اُسے شرعاً حاصل سہولت سے بھی مستفید ہونے کی صورت میسر نہ آتی ہو تو شرعی ضابطۂ کلیہ کے تحت بچے کو پیٹھ پر ہی اُٹھا کر نماز پڑھنے کی شرعاً گنجائش نکل سکتی ہے۔ تاہم یہ ممکن الوقوع نادر صورتوں والا ایک مفروضہ قرار پائے گا۔

جواب نمبر 9: بسم اللہ الرحمن الرحیمo گالی دینا نواقضِ وضو میں سے نہیں ہے لہذا فحش گالی دینے سے وضو کی صحت پر شرعاً کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔

جواب نمبر10: بسم اللہ الرحمن الرحیمo جی ہاں! مذکورہ صورتوں میں نماز گزار کو دفاعی اقدام کرنا واجب ہے لہذا وہ ان خطرناک صورتوں میں دفاعی کارروائی کی خطر نماز کو توڑنا بھی شرعاً ضروری ہے۔ دفاعی اقدام کے بعد وہ نماز کی بجا آوری کرے۔

جواب نمبر11: بسم اللہ الرحمن الرحیمo جس قدر بھی آواز نکلتی ہو اسی قدر قراءت کے لئے شرعاً کافی ہے سرّی نمازوں کی صورت میں کوئی اشکال والی بات نہیں۔ البتہ جہری نمازوں کی صورت میں جہراً قراءت کرنا دشوار ہونے کی وجہ سے وہی ممکنہ صورت کافی ہے۔

جواب نمبر12: بسم اللہ الرحمن الرحیمo انفرادی ادائیگی کرنے والے مردوں کے حق میں قرائت جہراً پڑھنا واجب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں بغیر صبح۔ مغرب اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کو جہراً پڑھنا منفرد نماز گزار کے لئے بھی واجب ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ انفرادی ادائیگی کرنے والے جہراً قراءت نہیں پڑھتے حالانکہ اس سے ترک واجب لازم آتا ہے۔ ترک واجب عمداً ہو تو یہ بطلان نماز کا سبب ہے۔ اگر ترک واجب سہواً ہو تو سجدۂ سہو کا وجوب لازم ہے۔

جواب نمبر13: بسم اللہ الرحمن الرحیمo بھولے سے ایسا معاملہ ہونے پر نماز کی صحت متاثر نہیں ہوگی البتہ سلام پھیرنے سے پہلے سہو کے دو سجدے نماز گزار کو بجالانے کی ضرورت پڑے گی۔

☆☆☆

دُنیائے تصوف کی خبریں

NYF اسلام آباد

زیارت گاہ امیر کبیرؒ پر ایبٹ آباد میں مقیم نوربخشی طلبہ کا دورہ

سیکرٹری نشر و اشاعت نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن،

مانسہرہ میں جس جگہ حضرت امیر کبیر نے رحلت فرمائی۔ وہاں ایک زیارت گاہ قائم ہے۔ نوربخشی طلبہ کی دیرینہ خواہش تھی کہ اس جگہ کی زیارت ہو۔ چنانچہ 15 دسمبر 2007ء کو اس جگہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ زیارت گاہ مانسہرہ کے ایک گاؤں لکوٹ میں قائم ہے۔ تمام لڑکوں نے عقیدت اور احترام سے زیارت کی، دعائیں مانگیں، اپنی حاجتوں کو پیش کیا اور فاتحہ خوانی کیں۔

کچھ دیر بعد زیارت کے لئے میں بہت سے عقیدت والے لوگ زیارت گاہ پر زیارت کے لئے آئے۔ یہ دیکھ کر ہم سب بہت خوش ہوئے۔ لیکن زیارت گاہ کی نگرانی کرنے والا وہاں پر کوئی نہ تھا۔ یہاں تک کہ نظرانہ وغیرہ ڈالنے کے لئے بھی وہاں پر کوئی محفوظ جگہ نہ تھی۔

آگاہ رہے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے ماہ ذی الحجہ 786ھ میں کشمیر سے ختلان موجودہ کولاب جاتے ہوئے حاکم یا سلطان جعفر شاہ کی فرمائش پر لوگوں کو دین اسلام کی تبلیغ دینے کے لئے ریاست پاحلی کی خوبصورت وادی میں موجود

مقام لگوٹ میں قیام فرمایا۔ دوران قیام یکم ذی الحجہ کو بیمار ہوئے اور چہار شنبہ 4ذی الحجہ کو خالق حقیقی سے جا ملے (انا اللہ وانا الیہ راجعون)

زبان مبارک پر کلمہ پاک بسم اللہ کا ورد تھا۔ آپ کی تاریخ وفات 786ھ ہے۔

بقول شاعر حضرت شاہ ہمدان کریم آیہ رحمت از کلام

درج ذیل جوانوں نے زیارت کی سعادت حاصل کی۔

(1) احمد شگری، (2) رسول شگری، (3) اختر علی بلغاری، (4) امتیاز علی کھرکوی (5) آصف خپلو کھانسر، (6) شبیر ڈوغنی (7) امان اللہ بلغاری، (8) شیر علی کھرکوی (9) ریاض کھرکوی، (10) غلام عباس کھرکوی (11) محمد باقر بلغاری، (12) زاہد بلغاری (13) احمد بلغاری، (14) محمد کامران (15) محمد فیصل،



قدیم تخت وردم آخر و تاریخ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

تزک بابری میں مغل بادشاہ بابر نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ہمدان نے جس جگہ رحلت فرمائی وہاں ایک زیارت گاہ قائم ہے۔ وصیت کے مطابق آپ کے مریدوں نے چھ ماہ کی مسافت کے بعد نعش مبارک کو ختلان پہنچایا۔ گرمی کے موسم میں تعبوت سے خوشبو آ رہی تھی۔ اور راستے میں سایہ آفگن رہے۔ چہار شنبہ 200 جمادی الاول کو نعش مبارک کو ختلان پہنچایا۔ اس زیارت گاہ پر حاضر ہونے والے

(16) محمد اسماعیل چھوربٹ (17) محمد شعیب چھوربٹ، (18) احتشام چھوربٹ (19) مراد علی شگری

☆☆☆

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سب ڈویژن شگر کا ایک تعزیتی اجلاس انجمن صوفیہ نوربخشیہ خپلو بلتستان کے صدر، ماسٹر محمد حسن صاحب کے لئے فاتحہ خوانی

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سب ڈویژن شگر کا ایک

تعزیتی اجلاس منعقد ہوا اجلاس کی صدارت نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کی صدر و نمائندہ نوائے صوفیہ شگر اکبر جاوید ابدالی شگری نے کی اجلاس میں میر واعظ سید نواز حسین یحیوی مفتی علی محمد حادی مفتی افضل معروفی مولانا جعفر علی محمد اسلم نائب صدر سید ممتاز حسین یحیوی طاہری شگری ہادی علی تمنا کے علاوہ بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اس موقع پر حاضرین نے مرحوم کی دینی وملی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا اور مرحوم کی روح کی ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی اور ان کے فرزندوں اور سوگوار خاندان سے دلی تعزیت کا اظہار کیا۔

☆☆☆

امیر آباد (کواس) تھنگ پر حضرت بوادواؒ کے عُرس کے موقع پر عظیم الشان جلسہ

گلزار حسین چھوربٹی، نمائندہ نوائے صوفیہ

گزشتہ دنوں بوادوا ہیلتھ اینڈ ایجوکیشن فائنڈیشن کے زیرِ اہتمام آستانہ عالیہ مرحوم بودوا واقع امیر آباد کواس تھنگ پر حضرت امام مہدی وغوث المتاخرین حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ کی یوم ولادت باسعادت اور بوامحمد المعروف بودوا مرحوم کے عُرس کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جلسے میں بلتستان بھر سے چند علماء کرام اور عقیدت مندوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ جلسے کی صدارت کے نشست پر معروف عالم دین مولانا محمد محسن علی جلوہ افروز تھے جبکہ مہمان خصوصی کی نشست جناب سید شہاب الدین کے لئے مخصوص کی تھی۔ صبح قرآن خوانی ہوئی پھر محفل نعت منعقد ہوئی جس میں بلتستان بھر کے مشہور نعت خوانوں اور قصیدہ خوانوں نے پنجتن پاکؑ اور حضرت امام مہدی اور حضرت شاہ سید محمد نوربخش کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ نعت پیش کرنے والے عقیدت مندوں میں ضلع گانچھے کے مشہور نعت خواں نوعمر ابرار حسین کریسوی امیر آباد کے مشہور نعت خواں ناصر حسین بزمی نے بھی گلہائے عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ ان کے علاوہ شرافت حسین کوروی، علی جان اور محمد اقبال فرانوی نے بحضور سرور کونین محبوب خالق ارض وسما کی شان اقدس میں نعت پیش کیں۔ جب کہ یبون سے تعلق رکھنے والے محمد بشیر نے حضرت امام حسینؑ کی شان میں قصیدے پڑھے۔ نیاز علی شگری نے حضرت بودواؒ کی شان میں منقبت پڑھے اور یوں نعتیہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

اس کے بعد جلسے کا باقاعدہ آغاز ہوا تلاوت کرنے کا شرف سید شہاب نے حاصل کیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شیر علی تھلوی نے کہا کہ شاہ سید محمد نوربخشؒ نے ہر طرح کی دکھ درد مصائب مشکلات برداشت کر کے دین اسلام کو ان پہاڑوں کے درمیان پالا ہے۔ لہذا آج ہمیں صحیح معنوں میں اس عظیم ہستی کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت ہے انہوں نے حضرت شاہ سید کے کئی معجزات کو بھی حاضرین کے گوش گزار کیا۔

مولانا محمد علی نے کہا کہ میں بودواؒ مرحوم کے صحیح عقیدت مند ہیں۔ انہوں نے بودواؒ مرحوم کے کئے معجزات کو بھی بیان کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں بودواؒ مرحوم کی وفات سے پہلے 12 دن تک (اس تھنگ) میں آپؒ کی خدمت کرتا رہا اور آپؒ کی وفات کے بعد متواتر 12 سال سے آستانہ عالیہ کی خدمت میں معروف رہے اور اس دوران مجھے اس

ویران میدان پر اکیلا رہتے ہوئے کوئی ڈر خوف نہیں ہوا اور یہ آپؒ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مرتبے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں بودوا مرحوم کا ساتھی تھا۔ انہوں نے کہا اُس زمانے میں روڈ نہیں تھی۔ آپؒ کی معجزات کا انداز ہم اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ میں نے یہاں موجود مسجد کی تعمیر کے لئے جون، جولائی کے بہت زیادہ دریاؤں میں پانی چلنے کے موسم میں ڈاؤ سے لکڑی لا کر اس کو تعمیر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی چشم دید کئی معجزات کو بھی بیان کیا۔ خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے بودوا ہیلتھ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے سرپرست اعلیٰ محمد اقبال نے کہا کہ میں سب سے پہلے آپ تمام لوگوں کو اتنے دور سے کٹھن مراحل طے کر کے یہاں آنے پر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تنظیم کے بارے میں انہوں نے کہا کہ 2000ء میں اس تنظیم نے کام شروع کیا۔ 2005ء میں ہاسٹل کا قیام غریب نادار اور یتیم بچوں کے لئے عمل میں لایا گیا۔ اور درگاہ عالیہ بواوواؒ کی تعمیر بھی شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ آستانہ کی تعمیر و توسیع اتفاقاً یوں ہوا کہ ایک دفعہ ہم یہاں پر فاتحہ کے لئے آئے تھے کہ رات کو خوب بارش ہوئی۔ اگلے دن ہم نے دیکھا تو آستانہ میں پانی بھر چکا تھا۔ اور اُسی دن ہم نے یہ عزم کر لیا تھا کہ اس کی تعمیر و توسیع کی جائے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم اس ادارے کے تعاون سے فیض بخش پبلک سکول خپلو میں غریب اور یتیم بچوں کو مفت تعلیم دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم آستانے کی آمدنی کو ہاسٹل پر خرچ کر رہے ہیں۔ اور اس آمدنی سے ہم یہ سارے اخراجات پورا نہیں کر پاتے۔ اس سلسلے میں آپ لوگوں کا تعاون درکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم چندہ کے لئے فرانو سے سرسیک تک گئے آپ سب نے تعاون کیا اس کے لئے بھی میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ صدر محفل محمد محسن علی معروف عالم دین اور AKEs گانچھے کے ہیڈ نے کہا کہ اگر ہم یہاں آ کر اپنے تعصبات اور آپس کی رنجشیں ختم کر کے نہیں جائیں گے۔ تو ہم بودواؒ کے صحیح عقیدت مند نہیں۔ ہے۔ مہمان خصوصی مسٹر شہاب الدین نے کہا کہ میں سب پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے مہمان خصوصی کی نشست عطا کی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ آج یہاں بہت ہی کم تعداد میں علما آئے ہیں۔ انہوں نے کہا آج ہم تین عظیم شخصیات سے منسوب یہ دن منا رہے ہیں۔ ایک تو ہم شاہ سیدؒ اور امام مہدیؑ کے یوم ولادت منا رہے ہیں تو دوسری طرف بودواؒ کا عُرس منا رہے ہیں۔ لہذا اس دن کی بہت ہی اہمیت ہے۔ آخر میں مملکت خداداد پاکستان کی سلامتی اور ترقی کیلئے خصوصی دعا کی گئی۔

جلسے سے بلتستان بھر کے دیگر علاقوں سے آئے ہوئے علماء کرام نے بھی خطاب کیا اور اس دن کی اہمیت واضح کی اور حضرت شاہ سیدؒ اور بواوواؒ کی سیرتِ زندگی پر روشنی ڈالی۔ جلسے کے اختتام پر رات کو شب بیداری کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اور یوں یہ عظیم الشان جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

☆☆☆

غورسے میں چھ روزہ اعتکاف نشینی

رپورٹ بائی: این۔ اے نوری غورسے

ہر سال کی طرح اس سال بھی ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں غورسے کے دو مختلف جگہوں پر اعتکاف نشینی کی گئی۔ جس کی نگرانی جناب آخوند مہدی صاحب تھگس

اور جناب آخوند ابراہیم صاحب کر رہے تھے۔ اعتکاف نشینی کی اس بابرکت محفل میں غورسے کے تمام نوجوانانِ صوفیہ نور بخشیہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اعتکاف کے اختتام کے پر جلسہ ہوا۔ جس میں جناب آخوند مہدی صاحب آخوند ابراہیم صاحب، آخوند حسین صاحب اور دیگر علمائے کرام نے تقریریں کیں۔

جناب آخوند مہدی صاحب نے نوجوانان غورسے کے جذبے کو سراہتے ہوئے کہا کہ آج کل کے اس دور میں تمام مصروفیات کو چھوڑ کر اعتکاف کی اس بابرکت محفل میں شرکت کرنا نہایت ہی خوش آئند بات ہے۔ اور یہی مذہب کے ساتھ دلچسپی اور جذبے کا بہترین نمونہ ہے۔ لہذا ہم تمام نوربخشی برادران کے بہت ہی مشکور ہیں۔

جناب آخوند ابراہیم صاحب نے اعتکاف نشینی کی۔ اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی اور نوجوانان غورسے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا مسلسل کئی سالوں سے اعتکاف نشینی کی اس متبرک محفل کو غورسے کے تمام مساجد میں قائم کر رہے ہیں۔ جناب آخوند حسین صاحب نے تمام معتکفین حضرات کو مبارک باد پیش کی۔ باقی تمام علمائے کرام نے بھی اعتکاف نشینی کی اہمیت پر زور دیا۔ اس طرح باقاعدہ اس چھ روزہ متبرک محفل کا اختتام ہوا۔

☆☆☆

کراچی میں اعتکاف نشینی

رپورٹر: امتیاز علی چھلوی، فیض بخش، ہاسٹل کراچی

ہر سال کی طرح رواں سال میں بھی جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کورنگی اور جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ منگھوپیر کراچی میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف نشینی کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔ اس روح پرور عبادت میں معتکفین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اعتکاف نشینی کے اختتام پر سینکڑوں لوگوں نے معتکفین کا استقبال کیا۔ اس موقع پر دونوں مساجد میں مختصری تقریب بھی منعقد ہوئی۔ اس روحانی تقریب سے ثنا خوانوں نے نعت رسول مقبولؐ اور قصائد پیش کر کے محفل کو رونق بخشی۔ جامع مسجد کورنگی میں مولانا غلام محمد حقانی اور جامع مسجد منگھوپیر میں مایہ ناز عالم دین مولانا عبدالحلیم نے شرکاء سے خطاب کیا اور اسلام کی سربلندی اور پاکستان کے استحکام کے لئے دعائیں مانگیں۔

☆☆☆

امیر کبیر مسجد تلس میں ذکر جلی

رپورٹ: شاہین نبی

جنرل سیکریٹری، این۔وائی۔ایف تلس

تلس چھلو میں گزشتہ 45 سالوں سے ذکر جلی نایاب تھا اور لوگ اس کو بدعت سمجھتے تھے۔

مگر گزشتہ سال غلام محمد پروانہ صاحب اسلام آباد سے یہاں آ کر اُس نے سب سے پہلے امیر کبیر مسجد تلس میں ذکر جلی کا اہتمام کیا۔ سب سے پہلے صرف 5 لڑکوں نے حصہ لیا۔ مولانا محمد موسیٰ حقانی، مولانا عارف حسین کے صاحبزادے نور علی نوری اور ہم نے جی ایم پروانہ کو سپورٹ کیا۔ ابھی اس وقت ذکر جلی سال بھر ہوتا ہے اور کم از کم ساٹھ (60) لڑکے شریک ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ طالب علم ہیں۔

☆☆☆

تعزیتی اجلاس

الیاس منڈوق، نشرواشاعت: N.Y.F

گزشتہ دنوں کیریئر بلڈنگ ہاسٹل C.B.H میں نوربخشیہ اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں کراچی میں مقیم صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھنے والے طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت اعجاز بٹ صاحب نے کی۔ اجلاس میں بانی نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کے والد محترم معروف مذہبی رہنما ماسٹر حسن صاحب کی اچانک وفات پر اور حاجی محمد چو صاحب کے صاحبزادی کے وفات پر گہرے دُکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔ (آمین)

☆☆☆

اظہارِ تعزیت

محمد طاہر شگری، KIU، گلگت،

قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت سے محمد طاہر شگری (گلاب پوری) اور تمام نوربخشی اسٹوڈنٹس اور ملازمین کی طرف سے مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ پاکستان کے جنرل سیکریٹری حاجی محمد حسن صاحب کی اچانک وفات پر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور سب کی طرف سے دُعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اللہ تعالیٰ خصوصی جگہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

☆☆☆

ملک میں امن وامان اور پُرامن ماحول کے لئے رُوحانیت کا فروغ ضروری ہے

چنڈیلی مسجد خپلو میں عید اعتکاف کے موقع پر مقررین کا خطاب خپلو (شمیم رضا گنگٹی سے) معاشرے میں پُرامن اقدار کو پروان چڑھانے کے لئے روحانیت کا فروغ ضروری ہے جب تک معاشرہ مادیت کے زیر اثر رہتا ہے پراگندگی، نفسانفسی اور افراتفری کا شکار رہتا ہے جس کی وجہ سے امن وسکون تباہ ہوکر رہ جاتا ہے ترقی رک جاتی ہے اس لئے روحانی اقدار کو فروغ دیئے بغیر امن وسکون کا فروغ ناممکنات میں سے ہے۔ یہ خپلو چھوک CHOMIK بھی مسجد میں اعتکاف کے اختتامی جلسۂ عام میں مقررین کے خطاب کا نچوڑ ہے۔

یہ رُوح پرور محفل مسجد نوربخشیہ ہنڈیلی میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت معروف روحانی شخصیت الحاج فقیر محمد ابراہیم نے کی جب کہ مہمان خصوصی مولانا محسن علی تھے۔ مقررین نے اعتکاف کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے موجودہ انتشار، انتہاپسندی، دہشت گردی، عسکریت پسندی اور افتراق اور افراتفری سے بچاؤ اور پُرامن ماحول کے لئے صوفی ازم کے روحانی عملیات یعنی اعتکاف کو تیز بہدف علاج قرار دیا اور اس پروگرام کے ذریعے روحانی اقدار کو فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔

جلسۂ عام سے مولانا نورحسین، مولانا محمد عارف، مولانا علی محمد محمدی، مولانا غلام حسن منئو، مولانا علی محمد ذوقہ، مولانا محسن علی صدر NYF مولانا محسن علی سرموی اور الحاج

فقیر محمد ابراہیم نے خطاب کیا۔ جلسۂ عام میں ہزاروں فرزندانِ توحید نے شرکت کی اور یہ رُوح پرور روحانی محفل 2 بجے شب ملک کی سلامتی کے لئے دعاؤں کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی جبکہ علماء کو ٹائم کی کمی کی وجہ سے خطاب کا موقع نہیں ملا۔

اس اعتکاف میں 50 کے قریب خوش نصیبوں نے اعتکاف کا شرف حاصل کیا۔ بعض نے تین دن، بعض نے 24 گھنٹے اور زیادہ تعداد میں 30 روزہ اعتکاف میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا۔ اعتکاف سے فارغ ہونے والوں کو خوش آمدید اور استقبال کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ چھوٹک مسجد ٹچھی سے جلوس کی شکل میں نعروں کے ساتھ ہنڈیلی مسجد پہنچایا گیا۔ اخوند محمد کاشف نے اعتکاف نشینی کے حوالے سے خوبصورت کلام پیش کر کے لوگوں سے بھرپور داد وصول کی۔

☆☆☆

تعزیتی اجلاس

سپریم کونسل علماء صوفیہ نوربخشیہ پاکستان کا اجلاس زیر صدارت جناب مولانا کرام فیضی کا منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں حاجی محمد حسن کے اچانک انتقال پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کیا۔ اس موقع پر مرحوم کی سماجی، علمی اور مذہبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے زبردست الفاظ میں فراج تحسین پیش کیا۔ مرحوم انجمن فلاح و بہبود وصوفیہ نوربخشیہ پاکستان کے مرکزی سیکرٹری رہے۔

صلح کل اور امن کے لئے اُن کی خدمات نمایاں نظر آتی رہے گی۔ مولانا محمد محسن علی جو ان کے ابتدائی شاگرد تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے علم سے آشنا کرنے میں مرحوم کا بڑا کردار رہا ہے۔ شعور اور علمی احساس کم ہونے کے اس دور میں سرموں جیسے گاؤں میں پرائمری تعلیم دینے پر مرحوم مامور تھے۔ اُن کے شاگرد اس وقت ملک کے طول و عرض میں مختلف عہدوں پر فائز ہو کر ملک و ملت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ایسے موقع پر اجلاس کو بتایا گیا کہ مرحوم ایک اچھے باپ ہونے کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ اُن کے بیٹے اُن کے خلف الرشید کے ہیں اور جناب ڈاکٹر نعیم صاحب ایک علمی، ادبی، مذہبی اور تحقیقی شخصیت کے طور پر ملت کے لئے ایک احسان ہے۔ اور اُن کی اعلیٰ تربیت کا مظہر ہے۔ اجلاس نے جناب ڈاکٹر غازی محمد نعیم، محمد ناظم اور محمد ندیم سے اظہار تعزیت کی اور فاتحہ خوانی کر کے مرحوم کی روح کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔

اجلاس میں مقررین نے جناب حاجی محمد حسن صاحب کے انتقال کو ایک قومی اور ملی نقصان قرار دیا اور بتایا کہ یہ خلا کافی عرصہ تک محسوس کیا جائے گا۔ اجلاس میں مولانا مراد علی نوری، مولانا غلام حسن حسنو، مولانا محسن علی سرموی، مولانا محمد علی عارف، مولانا محمد علی اور مولانا علی محمد محمدی قابل ذکر ہیں۔ اور صوبیدار محمد علی نے شرکت کی اور تعزیت کا اظہار کیا لواحقین اور اس کے دین کی خدمات کو شاندار خراج تحسین پیش کیا۔ ان کی خدمات نوربخشی برادری کبھی نہیں بھلا سکتی اور ہمیشہ یاد رہے گا۔

☆☆☆

تعزیتی اجلاس

صدر تحریک صوفیہ نوربخشیہ، پاکستان

گزشتہ دنوں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ چھلو میں ماسٹر

حسن جنرل سیکریٹری مرکزی انجمن چھلو کی رحلت پر ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا تلاوت کا شرف اخوند حسن نے حاصل کیا جناب عیسیٰ صاحب نے مرحوم کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ گزشتہ تنازعہ کے سلسلے میں امیر علی مرحوم، شاہین نبی، بوا عبداللہ اور ماسٹر حسن مرحوم کو کئی ماہ جیل کاٹنی پڑی تھی۔ دوران جیل مرحوم نے اورادِ فتحیہ اور اورادِ عصریہ زبانی یاد کیا تھا۔

اس کے بعد اخوند محمد حسین کاشف نے مرحوم کی شان میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ ازاں بعد مرحوم کے بڑے بیٹے ڈاکٹر غازی محمد نعیم نے تعزیتی اجلاس کے انعقاد پر منتظمین اور شرکائے اجلاس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ نیازمندی کی تعلیم وتربیت کے بعد مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی وترویج ان کا مشن تھا ان کے سوچ وفکر کا محور مسلک حقہ تھا۔

بالفاظ دیگر مذہب ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مرحوم کی انہی خدمات کے اعتراف میں نوربخشی عوام میں ان کی بڑی عزت تھی۔ جس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ مرکزی انجمن چھلو کا مرحوم تادم رگ جنرل سیکریٹری کے عظیم منصب پر فائز رہے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں مزید فرمایا کہ یہ مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی دو امتیازی خصوصیات ہیں۔ اول ذکر وفکر دوئم تصنیف و تالیف بزرگانِ سلف کی تصانیف کو منظر عام پر لانا عہد حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

اس کے بعد مولانا محسن علی ثانی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ 1977ء کے بعد جن نوربخشی عمائدین نے مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی خدمت اور آبیاری کی ہیں۔ اُن میں مرحوم حاجی محمد حسن کا نام نمایاں ہے تعلیمات تصوف کو عام کرنا مرحوم کا خاص مشن تھا جس کی تکمیل کے لئے مرحوم نے اپنی پوری زندگی وقف کردی۔

بعد ازاں مفتی محمد عبداللہ نے اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا کہ موت ایک اٹل فیصلہ ہے جس کا ذائقہ یکے بعد دیگرے سب نے چکھنا ہے موت ہی اللہ کے نیک بندوں کو اپنے رب سے ملاتی ہے انہوں نے مذید فرمایا کہ مرحوم کی موت ہم سب کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر کرنا مشکل ہے۔

تاہم ہمیں امید ہے کہ ڈاکٹر غازی نعیم صاحب ان کا صحیح جانشین ثابت ہوں گے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نہ صرف مذہب صوفیہ نوربخشیہ کا راسخ العقیدہ پیروکار رہے بلکہ ایک بڑا محقق، مایہ ناز شاعر اور ممتاز ادیب بھی ہیں ان کے تخیلات اور افکار ''تفکر وتذکر'' کے عنوان سے نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے اوراق کی زینت بنتی رہی ہیں۔

آخر میں فخر تصوف الحاج فقیر محمد ابراہیم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مرحوم نے اپنی پوری زندگی کو بس پاک مسلک کی ترقی، استحکام اور بقا کے لئے وقف کردی۔ نظریاتی محاذ پر آپ ہمیشہ چوکس نظر آتے تھے۔ ان کی کمی کو ہم کافی عرصہ تک محسوس کرتے رہیں گے۔ آخر میں انہوں نے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی۔ یوں یہ تعزیتی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

☆☆☆

عشرہ محرم مذہبی عقیدت واحترام کے ساتھ منایا گیا

ہر سال کی طرح اس سال بھی عشرہ محرم مذہبی عقیدت واحترام

کے ساتھ منایا گیا۔ اس سال اسلام آباد مسجد کے لئے حافظ ذاکر صاحب کو مدعو کیا گیا تھا۔ اُنہوں نے فلسفہ شہادت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اسلام آباد مسجد میں حاضر ہونے والے خواتین و حضرات نے حافظ ذاکر صاحب کی مجالس کو بہت سراہا۔ اُنہوں نے واقعہ کربلا کو ظالم اور مظلوم کی جنگ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایک ظالم جب کسی پر ظلم کرنا چاہتے ہیں تو وہ حق و ناحق کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے۔

حضرت امام عالی مقام نے ایک ظالم و جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے سے نہیں گھبرائے۔ اور نہ ہمیں گھبرانا چاہئے چاہے اس کے لئے کتنی ہی قربانیاں دینی پڑیں۔ اُنہوں نے کہا یزید دنیا سے گیا تو مٹ گیا مگر شہید کا لہو رنگ لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہداء کربلا آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک اُن کی یاد کرتا رہے گا۔

☆☆☆

الزہرا ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام
"آل سرموں ایجوکیشن کانفرنس"

شعبہ نشر و اشاعت (AZWAF)

سرموں میں "الزہرا ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام "آل سرموں ایجوکیشن کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں سرموں کے تمام سکولز کے طلبہ و اساتذہ، عمائدین و سرکردگان اور والدین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

کانفرنس کے چیف گیسٹ جناب مولانا محسن علی نے اپنے خطاب میں "الزہرا فاؤنڈیشن" کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے اسے سرموں کی تاریخ میں ایک انقلابی قدم قرار دیا۔ جبکہ ہائی سکول سرموں کے ہیڈ ماسٹر جناب سید ابراہیم صاحب نے اساتذہ، طلبہ اور والدین کو ایک دوسرے کے قریب لانے کا بہترین ذریعہ بنے۔

الزہرا ویلفیئر فاؤنڈیشن کے بانی و سرپرست اعلیٰ جناب خان محمد سکرچن اور اساتذہ، والدین اور طلبہ کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی۔

آخر میں "الزہرا ویلفیئر فاؤنڈیشن" کی طرف سے جناب محسن علی کو گانچھے میں AKES کے ذریعے تعلیمی خدمات پر "Best Achievement Award" جناب ذاکر حسین مدرس ہائی سکول سرموں کو سائنسی مضامین میں خصوصی مہارت پر "Best Teacher Award"، جناب قاری محمد ابراہیم کو "Best Librarian Award"، جبکہ طالب علم محمد فیصل ہائی سکول سرموں کو "Best Student Award"، جناب ماسٹر غلام محمد کو "Life Achievement" ملا۔

☆☆☆

علاقہ شگر کے معروف صوفی
بزرگ بوا عبدالغفور کا اِنتقال پُر ملال

شگر بلتستان کے موضع تھگلاب پور کے معروف صوفی بزرگ بوا عبدالغفور صاحب مختصر علالت کے بعد 110 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ مرحوم نے اپنی تمام زندگی اِتفاق، اتحاد اور مذہبی رواداری کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ مسجد صوفیہ نوربخشیہ تھگلاب پور کے پیش امام تھے۔

مرحوم کی وفات پر علاقے کے معززین نے ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کیا۔ ان میں سید نواز حسین عسکوی میر واعظ شگر، مفتی علی محمد ہادی، بوا مہدی زمان، راجہ اعظم خان شگر، محمد طاہر شگری بلتستان، پاکستان مسلم لیگ عبدالمجید ملک، بوا موسیٰ اور NYF کے تمام کارکنان شامل ہیں۔

اس سلسلے میں NYF کی طرف سے ابدالی ہاؤس میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا، جس میں تمام معززین اور NYF کے کارکنوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں آپ کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی اور اللہ سے دعا کی کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ (آمین) (اکبر جاوید ابدالی، صدر، NYF شگر)

☆☆☆

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ پڑنگوس تھلے میں اعتکاف نشینی

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ پڑنگوس تھلے میں پہلی دفعہ سہ روزہ اعتکاف نشینی جناب صوفی احمد علی صاحب کی نگرانی میں منعقد ہوئی۔ اِس روحانی نعمتوں سے مزین ریاضت میں تقریباً 18 خوش نصیبوں نے حصہ لیا۔

اعتکاف کے اختتام پر ایک پُر وقار محفل منعقد ہوئی جس میں گاؤں کے تمام خواتین وحضرات نے شرکت کی اور اس روحانی محفل سے مولانا موسیٰ علی خطیب مسجد ہذا، مولانا یوسف علی مدرس، مولانا محمد انور، مولانا موسیٰ علی کلیم کے علاوہ مولانا غلام حسین نورانی، پرنسپل ہائی سکول گلشن تھلے نے خصوصی خطاب فرمایا اور اعتکاف کی فضیلت اور توبہ کی حقیقت بیان کی اور اہلِ گاؤں کو اِس شاندار روحانی محفل کے انعقاد کرنے پر مبارکباد پیش کی۔

آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ: شجاعت علی، خصوصی نمائندہ)

☆☆☆

تین تین روزہ اعتکاف کا پروگرام

دسمبر 2007ء کے آخری دو عشرے میں بلتستان کی حسین ترین وادی بلغار میں کرواتھنگ اور خشو کے مقامات پر تین تین روزہ اعتکاف کا پروگرام ہوا، جس کی قیادت مولانا نور علی طالب علم، مدرسۂ شاہ ہمدان اور جناب ماسٹر محمد شبیر صاحب نے کی۔ ان میں تقریباً سو سے زائد افراد نے شرکت کی۔ آخر میں پُر وقار جلسہ منعقد ہوا۔

جس میں سید محمد شاہ صاحب، میر واعظ خانقاہ معلی بلغار، سید صادق شاہ، مولانا مراد علی نوری، محقق العصر جناب غلام حسن حسنو، مولانا محمد محسن علی سرموں، مولانا علی محمد محمدی، مولانا حافظ وقاری محمد انور، مولانا عبدالسلام حیدری، مونا علی خان، مولانا نور علی طالب علم مدرسہ شاہ ہمدان اور مولانا شیر علی وغیرہ نے شرکت کی۔

علماء کرام نے تعلق باللہ، عشق رسالت، تزکیۂ نفس، تصوف، فضائل اہلبیت، حُسنِ رہنمائی، حُسنِ عمل اور حُسنِ اِخلاق جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی۔ یہ پروگرام رات دو بجے تک جاری رہا۔ یہ جلسہ دعاؤں اور سسکیوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: علی محمد محمدی)

☆☆☆

قارئین کے خطوط

NYF اسلام آباد

☆ جناب مدیر نوائے صوفیہ۔ اسلام علیکم! نوائے صوفیہ نہایت عمدہ تخلیقی، اصلاحی، دینی و سیاسی مذہبی، اخلاقی طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر بے حد قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ میں نوائے صوفیہ کے سرپرست اعلیٰ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اہل نور بخشیہ کے اس ترجمان کا زیادہ سے زیادہ خریدار بنیں۔ (فقیر محمد یوسف ظفر گوندکورو)

☆ محترم جناب چیف ایڈیٹر۔ اسلام علیکم! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نوائے صوفیہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ میری علماء کرام تعلیم یافتہ حضرات خصوصاً ڈاکٹر غازی نعیم، مفتی محمد علی ہادی، ابراہیم فیضی، مفتی محمد عبید اللہ محسن ساقی اور آغا سید ناصر حسین الموسوی سے درخواست ہے کہ وہ مضامین ارسال کریں۔ (فیاض حسین فیضی سینوی منہاج یونیورسٹی لاہور)

☆ السلام علیکم! پچھلے مہینے کا شمارہ موصول نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے نوائے صوفیہ کے مضامین اور فقہ احوط کی تفسیر سے محروم رہا۔ جب تک شمارہ پڑھنے کو نہ ملے۔ دل بے چین رہتا ہے۔ (نثار علی۔ جی ایچ کیو راولپنڈی)

☆ السلام علیکم! نوائے صوفیہ کے لئے یہ میرا دوسرا خط ہے۔ اس رسالے کے مطالعہ سے مذہبی شعور، جوش، جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ (ممتاز علی شار گو کراچی)

☆ السلام علیکم! ماہنامہ نوائے صوفیہ باقاعدگی سے وصول ہو رہا ہے۔ نومبر کا شمارہ سابقہ شماروں کی نسبت دیدہ زیب پایا۔ (عبدالرحیم روزی)

جواب: ہم رسالہ کی بہتری کے لئے ہر وقت کوشاں ہے تاہم آپ غلطیوں کی صحیح نشاندہی کریں۔ انشاء اللہ درست کر دیا جائے گا۔

☆ السلام علیکم! اراکین نوائے صوفیہ کا بے حد مشکور ہوں۔ کہ آپ لوگوں کی انتھک محنت اور دن رات کوششوں سے نوائے صوفیہ بام عروج پر ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج اس رسالہ کی وساطت سے مذہب صوفیہ کی اشاعت و تبلیغ کا بھرپور انداز بیان ہو رہا ہے۔ لداخ کرگل کے نوربخشی بھائیوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں چھپ رہی۔ کیا وجہ ہے۔ (غلام حسین چلو پائیں)

جواب: جو مناسب خبر ہو۔ شائع کر دی جاتی ہے۔ تاہم آپ کی نیک خواہشات کا شکریہ۔

☆ السلام علیکم! میں نوائے صوفیہ کا انٹرنیشنل نمائندہ ہوں۔ میرے نام پر 15 کاپیاں بھیج دیں۔ شکریہ۔ (جی۔ ایم۔ پروانہ نمائندہ تلس چلو)

☆ السلام علیکم! میرے نام دس کاپیاں بروقت ارسال کریں۔ شمارہ 96 ابھی تک موصول نہیں ہوا ہے اور میرا ارسال کردہ مضمون بھی شائع نہیں ہوا ہے۔ (اکبر جاوید ابدالی شگر نمائندہ)

جواب: شماروں کی بروقت ترسیل میں ہم ہمہ وقت کوشاں

ہیں۔ تاہم آپ اپنے علاقے کے ڈاکیہ سے رابطہ کیا کریں۔

☆ السلام علیکم! اس سے پہلے میں نے ایک حقیر مبلغ دو سو روپے کے ساتھ ارسال کیا تھا۔ جس کی رپورٹ شمارہ نمبر 95 میں بھی آ گئی تھی مگر ابھی تک مجھے رسالہ نہیں ملا۔ (سپاہی غلام حیدر چھلوی، 9 این۔ ایل۔ آئی۔ سی)

جواب: انشاء اللہ آپ کا نام مستقل خریداروں کی فہرست میں شامل کر کے باقاعدہ رسالہ بھیج دیا جائے گا۔ (ادارہ)

☆ السلام علیکم! نفسانفسی کے اس دور میں نوائے صوفیہ کے مخلص کارکنوں کی دینی خدمت کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میری طرف سے علامہ صاحب اور تمام اراکین کو عید مبارک۔ (دانیال محمود نوری، لاہور)

☆ السلام علیکم! شمارہ نمبر 95 پڑھ کر دل کو سکون حاصل ہوا۔ تمام مضامین معیاری تھے۔ خصوصاً م۔ش کوروی صاحب کا مضمون ''میں پسند نہیں کرتا'' اور سید امتیاز علی الموسوی کا مضمون بہت پسند آیا۔ (موسیٰ علی کلیم کھرکوی 9 این۔ ایل۔ آئی)

☆ السلام علیکم! نوائے صوفیہ کو پہلا خط لکھ رہا ہوں۔ بلبل تصوف نوائے صوفیہ کو انتہائی خلوص سے پڑھتا ہوں۔ تمام مضامین معیاری ہوتے ہیں۔ (غلام نبی شاہین، مدرسہ شاہ ہمدان سکردو)

☆ السلام علیکم! ہماری تنظیم نوائے صوفیہ کا باقاعدہ ڈیلر ہے لیکن رسالہ بروقت نہ ملنے کی وجہ سے مسائل کا شکار ہوتا ہے۔ لہذا بروقت ارسال کریں۔ (محمد الیاس اینڈ محمد باقر سریکی، شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن)

جواب: ہماری بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ رسالہ بروقت شائع اور ترسیل ہو۔ تاہم واجبات کی وصولی میں تاخیر کی وجہ سے کچھ مشکلات کا سامنا ہے۔

☆ السلام علیکم! گلستان تصوف کا خوبصورت پھول نوائے صوفیہ کا شمارہ نمبر 95 پڑھنے کو ملا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان قلم کاروں کو جزائے خیر دے جو اپنی قلمی جوہروں کے ذریعے سے اس عظیم مسلک کی ترویج کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ (گلزار حسین نمائندہ نوائے صوفیہ امیر آباد چھوربٹ)

☆ السلام علیکم! نوائے صوفیہ کے قلمی جہاد میں سرگرداں کارکنوں اور محترم قارئین کو عید مبارک قبول ہو۔

مادہ پرستی کے اس دور میں نوائے صوفیہ اپنے قلیل سرمائے کو استعمال کرتے ہوئے جو معیاری علوم قارئین تک پہنچاتے ہیں وہ یقیناً قابلِ قدر ہیں۔ (مشتاق حسین منذوق محمد علی جناح یونیورسٹی CBH کراچی)

☆ نوائے صوفیہ نوجوان طبقہ کے اندر مذہبی شعور و آگاہی پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے جس دن یہ رسالہ ملتا ہے۔ اُس رات کو پورا مطالعہ کر لیتا ہوں۔ تمام تعلیم یافتہ بہن بھائیوں سے توقع کرتا ہوں کہ وہ دینی معلومات اور جذبہ ایمانی کو فروغ دینے کے لئے اس جریدہ کا مطالعہ ضرور کیا کریں۔ اس جریدہ کا مطالعہ کئے بغیر مذہبی شعور نہیں ملے گا۔ انڈیا میں مقیم اہل نوربخشیہ کی جانب سے آنے والے خطوط کا سلسلہ کیوں بند ہوا۔ ضرور لکھیں۔ (الیاس حسین منذوق، طالب علم کراچی)

جواب: نوائے صوفیہ کے بارے میں آپ کا جذبہ قابل

تعریف ہے۔ وقت نکال کر خط لکھنے کا شکریہ۔ انڈیا سے خطوط آئے تو ضرور شائع کریں گے۔ ان کے مذہبی جذبات ٹھنڈے ہونے کی وجہ کراچی کے تخریب کاروں کے غلط اور جھوٹے خطوط بھیجنے کی ہے جس سے وہ لوگ خاموش ہو گئے ہیں۔

☆ مولانا شکور علی انور صاحب کے مضامین کا سلسلہ بند ہونا ناقابل فہم ہے۔ ایک ہی قلم کار کے تین تین مضامین شائع کرنا مناسب نہیں ہے۔ قسط وار مضامین کو ادھورا نہ چھوڑا کریں۔ میں نے گیارہ مضامین محمد حسین صاحب سرموں کے ذریعہ بھیجے تھے۔ اور میرا ذاتی خریداری نمبر 383 ہے۔ مگر ترسیل بند ہے۔ اس کو بحال کریں۔ مبلغ 300/ روپے بذریعہ بوا شریف ارسال خدمت ہے۔ (م۔ ش۔ کوروی)

جواب: مولانا صاحب کے مضامین اب تک کافی شائع ہو چکے ہیں اور سلسلہ ماشاء اللہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ بہرحال انہیں پھر سے شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔ تین مضامین صرف علامہ صاحب کے شائع ہوتے ہیں جو کہ وہ اس جریدہ کے ایڈیٹر ہیں۔ آپ کے ارسال کردہ گیارہ مضامین ہمیں نہیں ملے۔ آپ اُن سے احتجاج کریں۔

☆ نوائے صوفیہ کے بقایاجات جناب شمیم رضا بگٹی صاحب کے پاس جمع کیے گئے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ ہر تین ماہ بعد بھیجوں گا۔ فی الحال پانچ کاپیاں میرے نام پر آتی ہیں۔ آئندہ آٹھ کاپیاں بھیجا کریں۔ میری جانب سے علامہ صاحب اور نوائے صوفیہ کے اراکین خصوصاً معروفی صاحب کو السلام علیکم قبول ہو۔ (ممتاز علی مدرس دم سم)

☆☆☆

وصولیات بذریعہ

مولانا محمد انور نمائندہ اسلام آباد

1- محمد حسین آزاد، خریداری نمبر 851۔ 400/-

2- مولانا شیر علی صاحب، عبدالمجید صاحب، اعجاز صاحب، حامد صاحب و دیگر احباب۔ 5,500/-

3- حاجی غلام صاحب گونمایار، خریداری نمبر 481، بذریعہ شمیم صاحب نمائندہ۔ 250/-

4- ماسٹر محمد، مڈل سکول ڈامو، خریداری نمبر 830 بذریعہ شمیم رضا۔ 250/-

5- ماسٹر ممتاز حسین سینوی، مستقل خریدار۔ 200/-

6- سید ذاکر حسین، ہیڈ ماسٹر تھگس، مستقل خریدار۔ 200/-

7- بابو محمد حسین غریس خپلو، مستقل خریدار۔ 200/-

8- فقیر غلام نبی خپلو کرامنگ، مستقل خریدار۔ 200/-

9- ماسٹر ممتاز حسین نمائندہ دم سم۔ 1000/-

10- بابو غلام علی نوری، تھگس نمائندہ۔ 800/-

11- شمیم رضا بگٹی صاحب، نمائندہ خپلو۔ 340/-

12- محمد الیاس، سرمیک نمائندہ۔ 500/-

13- آخوند غلام مہدی خانقاہ گرونگ کورو نمائندہ۔ 240/-

14- غلام مہدی صاحب، نمائندہ سکردو۔ 140/-

15- حاجی محمد حسین شاہد، ہوشے، مستقل خریدار۔ 250/-

16- زاہد حسین، نمائندہ۔ 200/-

17- غلام محمد پروانہ، تھگس نمائندہ۔ 400/-

18- آخوند شکور صاحب خپلو، مستقل خریدار۔ 500/-

19- عبدالکریم صاحب، نمائندہ کھرکو۔ 1000/-

20- علی حسین شگری، مستقل خریدار۔ 200/-

21- شمس الدین صاحب، کورگی، مستقل خریدار۔ 500/-

22- مولانا شکور علی انور، نمائندہ گلگت۔ 1500/-

23- جی۔ ایم۔ موسیٰ، نمائندہ سکردو۔ 1500/-

24- اشرف حسین، نمائندہ منگھو پیر کراچی۔ 600/-

25- غلام محمد صاحب، نمائندہ محمودآباد، کراچی 970/-

☆☆☆

مدح حضرت فاطمۃ الزہراءؑ

کلام شکور علی انور

رسولِ دو عالم کی نورِ نظر — وہ چشم و چراغِ روشن سیر
وہ غم خوارِ امت اختر مقام — وہ پاسدارِ دین رفعت نظام

وہ مادرِ حسنین کریمین ہیں — کہ گلدانِ گلزارِ شہیدین ہیں
وہ محرابِ امامت ایقان ہے — وہ حضرابِ صداقتِ ایماں ہے

سرورِ دل و جان ان کی جبیں — دیگر بوسہ گاہِ رسولِ امین
مقدس، معطر، پاکیزہ شاں — شرافت، عصمت دلاویز جاں

عبادت ریاضت کا پیکر تھی وہ — کائنات زن کا پیمبر تھی وہ
وہ خاتونِ محشر ام الھدیٰ — وہ بانوئے اطہر امام الوریٰ

شناسائے حق و یقیں و عمل — یہ جہدِ مسلسل عطا و بذل
وہ خاتونِ جنت فخر النساء — رضیہ و زہراء و خیرالنساء

جہانِ امامت کی ام کریم — خاندانِ نبوت کی مہر عظیم
تسکین و تمکین دلِ مرتضیٰ — کہ ہمراز و ہمدم شاہِ اولیاء

عرش ان کی تعظیم کو ہر دم تیار — زمین ان کی خاطر ساکن قرار
فلک ان کی ذات پہ سیار ہے — نظامِ حیات مژدۂ یار ہے

یہ جہد و جفاکش ریاضت گزار — بروزِ حشر میری شفاعت گزار
الٰہی بحق بتول فاطمہ — میرا دینِ انور پہ ہو خاتمہ

☆☆☆